ماھنامہ

المرشد

چکوال

اللہ
رسول
محمد

جون
2003ء

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

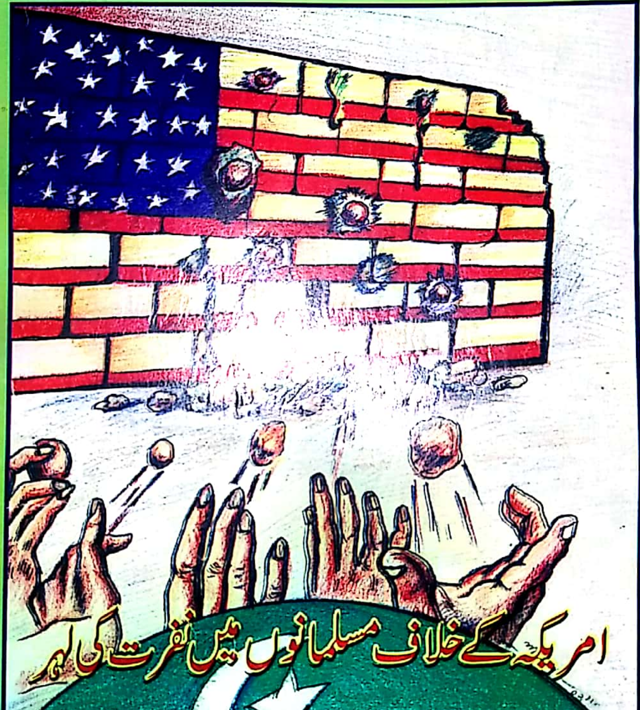

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔ 9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراا پلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255

اسرار التنزیل

اسرار التنزیل یہ ایک قرآنِ کریم کی تفسیر کا نام ہے۔ اسے ایک ایسی شخصیت نے تحریر فرمایا ہے جن کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں وہ ہیں مولانا امیر اکرم اعوان مدظلہ العالی اور جنہیں اللہ ربّ العزت نے اپنی بے پناہ رحمتوں اور برکتوں سے نوازا ہے اور بارگاہِ نبوی ﷺ کی خاص حضوری نصیب کی ہے۔ اللہ ربّ العزت نے آپ کو قرآنِ کریم کے وہ مفاہیم و مطالب نصیب کئے ہیں جو کہ آپ ہی کا خاصہ ہیں اور یہ اتنا گراں قدر خزانہ انہوں نے عوام النّاس کے لئے اپنی شب و روز کی محنت کے ساتھ انتہائی سادہ اور سلیس انداز میں قلمبند کر دیا ہے۔

اس لئے ہر اس شخص کے لئے جو چاہتا ہے کہ وہ قرآنِ کریم کو اُس انداز سے سمجھے کہ جیسے اللہ کریم خود اُس سے مخاطب ہوں تو وہ اپنی پہلی فرصت میں قرآنِ کریم کی اس تفسیر کا مطالعہ شروع کرے اور پھر دیکھے کہ قرآن کریم کو سمجھنا کتنا آسان ہے جیسا کہ اللہ کریم نے خود ارشاد فرما دیا ہے کہ ہم نے سمجھنے والوں کے لئے اس (قرآن) کو آسان کر دیا ہے۔

تفسیر اردو اور انگریزی تراجم میں [illegible] دستیاب ہے۔

اسرار التنزیل مجلد خاص

1-	جلدِ اوّل	250/-	6-	جلد ششم	200/-
2-	جلد دوئم	200/-	7-	جلد ہفتم	150/-
3-	جلدِ سوئم	150/-	8-	جلدِ ہشتم	150/-
4-	جلدِ چہارم	150/-	9-	جلدِ نہم	180/-
5-	جلدِ پنجم	150/-	10-	جلدِ دہم	200/-

اسرار التنزیل مجلد عام

[illegible]	[illegible]	200/-	6-	جلد ششم	150/-
2-	جلد دوئم	150/-	7-	جلد ہفتم	120/-
3-	جلدِ سوئم	120/-	8-	جلدِ ہشتم	120/-
4-	جلدِ چہارم	200/-	9-	جلدِ نہم	150/-
5-	جلدِ پنجم	120/-	10-	جلدِ دہم	150/-

اسرار التنزیل (انگریزی) زیرِ طبع ہے۔ پانچ جلدوں میں فی جلد -/300 روپے

ملنے کا پتہ

اویسیہ کتب خانہ

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور فون: 5182727 فیکس نمبر: 5180381

AWAISIA SOCIETY

College Road, Township Lahore- Ph: 5182727

ماہنامہ المُرشد چکوال

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

جون 2003ء ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ

جلد نمبر 24 ✲ شمارہ نمبر 11

مدیر ——— چودھری محمد اسلم

مجلس ادارت

اعجاز احمد اعجاز ✲ سرفراز حسین

سرکولیشن منیجر : رانا جاوید احمد

کمپوزنگ، ڈیزائننگ، لے آؤٹ

عبدالحمید، رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41

اس شمارے میں

1- (اداریہ)	محمد اسلم	3
2- امیر محمد اکرم اعوان سے تازہ انٹرویو	محمد اسلم	4
3- ولادتِ رسول و اخلاق عالیہ	امیر محمد اکرم اعوان	6
4- عملی زندگی میں اسلام	امیر محمد اکرم اعوان	14
5- علوم کی حقیقت	امیر محمد اکرم اعوان	21
6- اقتباس برہان المؤید	سید احمد رفاعی	28
7- سمجھوتوں کی زندگی	امیر محمد اکرم اعوان	31
8- قربانی کی حقیقت	امیر محمد اکرم اعوان	40
9- من الظلمٰتِ الی النور	محمد اسلم عاجز	50
10- کلام شیخ	سیماب اویسی	53
11- قرآن حکیم......ایک ضابطہ حیات	امیر محمد اکرم اعوان	55

بدل اشتراک	سالانہ
پاکستان	250 روپے
بھارت، سری لنکا، بنگلہ دیش	700 روپے
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ ۔ یورپ	30 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	50 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	50 امریکن ڈالر

انتخاب جدید پریس ۔ لاہور 042-6314365

ناشر ۔ پروفیسر عبدالرزاق

رابطہ آفس = ماہنامہ المُرشد ' اے ۔ ٹی ۔ ایم ۔ بلڈنگ ' پل کوریاں ' سمندری روڈ ' فیصل آباد ۔ فون 041-668819

Web Site : www.alikhwan.org.pk

E.Mail : info@alikhwan.org.pk

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المُرشد ' اویسیہ سوسائٹی ' کالج روڈ ٹاؤن شپ ' لاہور ۔ فون 042-5182727

تاحیات ممبران

ماہنامہ "المرشد" توجہ فرمائیں

ان احباب کو مطلع کیا جاتا ہے جنکو ماہنامہ المرشد کا تاحیات ممبر بنے ہوئے عرصہ دس سال سے اوپر ہو چکا ہے۔ وہ اپنی ممبر شپ جاری رکھنے کیلئے دوبارہ تجدید کروائیں۔ اسی سلسلہ میں ماہ جون 2003ء کا شمارہ آخری شمارہ ہوگا۔

نئے رعایتی نرخ

10 سال کیلئے	2800 روپے
5 سال کیلئے	1300 روپے
3 سال کیلئے	700 روپے

چیک یا پے آرڈر بھجوانے کیلئے پتہ نوٹ فرمالیں۔

بنام ماہنامہ "المرشد"

اکاؤنٹ نمبر 1-278 مسلم کمرشل بینک، غازی چوک برانچ ٹاؤن شپ لاہور

پتہ ماہنامہ "المرشد" 17-اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ، ٹاؤن شپ لاہور

فون نمبر 042-5182727، فیکس نمبر 042-5180381

قارئین کیلئے خوشخبری

WWW.AWAISIA.COM

یہ ہماری نئی ویب سائٹ ہے۔ جو اس وقت انگلش اور فرانسیسی میں ہے۔ انشاء اللہ اردو اور عربی جلد ہی شامل کی جائے گی۔

بیرون ملک ساتھیوں کیلئے ماہنامہ المرشد آن لائن' آن -پ-نٹ پر بھی پڑھا جا سکے گا۔ اپنی رائے سے آگاہ کریں۔

شعبہ نشرواشاعت

پتہ۔ ماہنامہ "المرشد" 17-اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ، ٹاؤن شپ لاہور

اداریہ — امریکہ کے خلاف مسلمانوں میں نفرت کی لہر

گزشتہ ایک ماہ کے دوران دنیا کے مختلف ممالک میں یکے بعد دیگرے خودکش حملوں میں سینکڑوں افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔ پچھلے ماہ کے اخبارات پر نظر ڈالی جائے تو کچھ اس طرح کی خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں۔ ''سعودی عرب میں خودکش حملے، 8 امریکیوں سمیت 40 افراد ہلاک........ مراکش میں خودکش حملوں سے 41 افراد ہلاک ہو گئے........ اسرائیل میں 3 فدائی دھماکے، 10 ہلاک........ اسرائیل میں ایک اور فدائی حملہ، 4 افراد ہلاک........ امریکہ میں خودکش حملوں کا خطرہ، حفاظتی انتظامات سخت کر دیئے گئے........ لندن میں مشکوک افراد کو دیکھتے ہی گولی مارنے کا حکم دے دیا گیا۔''

اگر دیکھا جائے تو پچھلے ایک ماہ کے دوران ہونے والے بیشتر خودکش حملوں میں امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک کے مفادات کو نشانہ بنایا گیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فدائی حملے امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک کی طرف سے دنیا بھر میں ڈھائے جانے والے مظالم کا رد عمل ہیں۔ امریکہ نے پہلے دہشت گردی کے نام پر افغانستان میں معصوم اور نہتے شہریوں پر بارود کی بارش برسائی اور پھر عراق پر قبضہ کرنے کے لئے وہاں شہریوں پر بم برسائے۔ دونوں مسلم ممالک میں ہزاروں بے گناہ شہری اس بمباری کا نشانہ بنے۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادی اپنے مظالم کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں اور اب ایران اور شام کو دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ یہی وہ سارے حالات ہیں جن کی وجہ سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں امریکہ کے خلاف شدید نفرت پائی جاتی ہے اور وہ اپنی نفرت کا اظہار مختلف طریقوں سے کر رہے ہیں۔ مختلف ممالک میں ہونے والے فدائی حملے بھی امریکہ کے خلاف نفرت کا اظہار ہیں۔

دنیا کا کوئی بھی ذی شعور شخص دہشت گردی اور قتل و غارت کی حمایت نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی مذہب، گروہ یا طبقہ اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ بے گناہ انسانوں کو ہلاک کیا جائے، اسی وجہ سے دنیا بھر میں ہونے والے خودکش حملوں پر ہر باشعور شخص پریشان ہے اور حقیقت میں بھی یہ بات قابل مذمت اور پریشان کن ہے۔ پاکستان سمیت دوسرے تمام اسلامی ممالک نے بھی خودکش حملوں کی مذمت کی ہے لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سی وجوہات ہیں کہ بیس، بائیس سال کے پڑھے لکھے نوجوان ہنستی مسکراتی زندگی کو ٹھکرا کر اپنے آپ کو خودکش حملوں کی نذر کر رہے ہیں اور اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں سے ہمیشہ کے لئے جدا ہونا قبول کر لیتے ہیں۔ آخر کوئی تو وجہ ہوگی جو ان نوجوانوں کو اپنی جان قربان کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جس پر امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو غور کرنا چاہئے۔

امریکہ کو یہ بات تسلیم کرنا ہوگی کہ اس کے خلاف امت مسلمہ میں پائی جانے والی شدید نفرت کی وجہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا وہ دوہرا معیار ہے جو انہوں نے مختلف معاملات میں اپنایا ہوا ہے۔ مثلاً مسئلہ فلسطین پر اسرائیل کی پشت پناہی کرنا، مسئلہ کشمیر پر ہندوستان کو اشیر باد فراہم کرنا، افغانستان میں طاقت کے بل بوتے پر اسلامی حکومت کا تختہ الٹنا اور عراق میں تیل کے ذخائر پر قبضہ کرنے کے لئے بے گناہ مسلمانوں کا خون بہانا، یہ سب ناانصافی ہے۔ جب تک امریکہ اور اس کے اتحادی اپنا دوہرا معیار اور غیر منصفانہ رویہ ختم نہیں کرتے اُمت مسلمہ میں پائی جانے والی نفرت کم نہیں ہوگی اور خودکش حملوں جیسے واقعات روکنا بھی ممکن نہ ہوگا۔

امیر محمد اکرم اعوان سے تازہ ترین انٹرویو

21مئی بروز بدھ کو مدیر ماہنامہ "المرشد" محمد اسلم نے منارہ میں امیر تنظیم الاخوان محمد اکرم اعوان سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں انھوں نے عراق میں صدام حکومت کے خاتمہ کے بعد پیدا ہونی والی صورتحال اور ایک عام آدمی کے ذہن میں پیدا ہونے والے سوالات کے حوالے سے امیر الاخوان سے ایک انٹرویو کیا۔ انٹرویو میں پوچھے گئے سوالات اور جوابات قارئین کیلئے پیش ہیں۔

سوال: آپ کے خیال میں عراق میں صدام کی شکست کے بعد حالات کیا رخ اختیار کر گئے ہیں؟

جواب: عراق میں امریکی قبضے کے بعد پوری امت مسلمہ میں شدید غم وغصہ پایا جاتا ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان اب امریکہ کو ذلت اور ہزیمت کا شکار دیکھنا چاہتے ہیں۔ عراق میں عوام امریکہ کے خلاف احتجاجی مظاہرے کر رہے ہیں پچھلے دنوں امریکی فوجیوں نے پرامن احتجاج کرنے والے شہریوں پر فائرنگ کر کے درجنوں افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ عراقی عوام کو بھی جہاں کہیں موقع ملتا ہے وہ امریکیوں کو مارنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سوال: کیا افغانستان کی طرح عراق میں بھی امریکہ کو مسلح مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا؟

جواب: عراق میں بھی افغانستان جیسی صورت حال بنتی جا رہی ہے۔ بظاہر تو عراق میں امریکہ کا قبضہ ہو گیا ہےلیکن حقیقت میں وہاں پر امریکہ کو شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور امریکہ شدید مشکل میں پھنسا ہوا ہے۔ امریکہ نے حالات پر قابو پانے کے لئے جو انتظامیہ تعینات کی تھی وہ بری طرح ناکام رہی اسی لئے امریکہ کو وہاں سے پرانی انتظامیہ کو واپس بلا کر نئی انتظامیہ لانا پڑی۔

سوال: آپ کے خیال میں افغانستان میں امریکہ کو کتنا نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے؟

جواب: افغانستان میں کرزئی حکومت اور امریکہ کا قبضہ کابل اور مختلف فوجی اڈوں تک محدود ہے۔ وہاں پر امریکہ کو مالی طور پر کروڑوں ڈالر روزانہ خرچ کرنے پڑ رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کا جانی نقصان بھی بہت ہو رہا ہے۔ وہاں پر روزانہ اوسطاً تین امریکی مارے جاتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق افغانستان میں ایک ماہ میں تقریباً 100 امریکی ہلاک ہو رہے ہیں۔ امریکیوں کی ہلاکت کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جیکب آباد میں شہباز ایئر بیس پر حکام نے ان کی لاشیں وصول کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ وہاں پر جو کولڈ سٹوریج تھا وہ ان لاشوں کیلئے ناکافی ہو گیا تھا اور اب یہ لاشیں قطر بھجوائی جا رہی ہیں۔ امریکی حکومت اپنی عوام کے پریشر سے بچنے کے لئے یہ لاشیں ایک خاص حکمت عملی کے تحت امریکہ کے مختلف علاقوں میں بھجواتی ہے کیونکہ ایک ساتھ اتنی زیادہ لاشیں امریکہ جانے سے عوام حکومت کے خلاف مشتعل ہو سکتے ہیں۔

سوال: مسلمان حکمران امریکہ کے خلاف کب تک خاموش رہیں گے؟

جواب: ہمارے زیادہ تر مسلمان حکمران اپنی حکومتیں بچانے کی خاطر امریکہ کے خلاف خاموش رہے ہیں لیکن کچھ حکمران ایسے بھی

ہیں جنہیں امریکہ پسند نہیں کرتا۔ سعودی عرب کے پرنس عبداللہ اور ملائیشیاء کے مہاتیر محمد ان میں شامل ہیں۔

سوال: سعودی عرب کے پرنس عبداللہ کے ساتھ امریکہ کی ناراضگی کی کیا وجوہات ہیں؟

جواب: پرنس عبداللہ بنیادی طور پر مسلمان آدمی ہے۔ وہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی طرف سے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر اسی طرح دکھ محسوس کرتا ہے جیسا کہ ایک عام مسلمان کرتا ہے۔ اس کے علاوہ سعودی حکومت دنیا بھر کی جہادی اور اسلامی تنظیموں کو فنڈز دیتی ہے اور جہاں جہاں بھی مسلمانوں پر مظالم ہو رہے ہیں ان کی مدد کرتی ہے۔ عرب شیخ بھی دنیا بھر میں مدارس، مساجد اور دینی اداروں کی بھرپور مدد کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ امریکہ کی شدید کوشش ہے کی سعودی عرب میں پرنس عبداللہ کے خاندان کی حکومت ختم ہو اور وہاں پر افغانستان اور عراق کی طرح ان کے من پسند افراد حکمران کے طور پر آئیں۔

سوال: آئے روز امریکی حکومت اپنے عوام کو بتاتی رہتی ہے کہ ان پر حملے کا شدید خطرہ ہے۔ کیا امریکی حکومت مسلمانوں سے واقعی اتنا ڈرتی ہے؟

جواب: امریکی حکومت خود تو مسلمانوں سے اتنا نہیں ڈرتی، جتنا اپنی عوام کو ڈراتی ہے۔ میری ذاتی رائے ہے کہ امریکی انتظامیہ ہر روز اپنے ملک کی سلامتی اور تحفظ کا رونا رو کر اپنی عوام کو یہ احساس دلانا چاہتی ہے کہ وہ انہیں مسلمانوں سے بچانے کے لئے بہت جدوجہد کر رہی ہے۔ بش انتظامیہ یہ سب کچھ اپنی عوام کو اپنے پیچھے لگانے اور آئندہ صدارتی الیکشن میں کامیابی کے لئے کر رہی ہے۔

سوال: کیا امریکہ اپنے مقاصد کی خاطر پاکستان پر بھی حملہ کر سکتا ہے؟

جواب: پاکستان ایٹمی طاقت ہونے کے ناطے عالم اسلام کا لیڈر ہے اور یہ بات امریکہ کو کھٹکتی ہے اور وہ یہ نہیں چاہتا کہ کوئی بھی مسلمان ملک طاقت ور ہو۔ اس کے علاوہ امریکہ کو پاکستان سے گلہ ہے کہ یہ دنیا بھر میں جہاد کے لئے افراد بھیجتا ہے۔ امریکہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے پاکستان پر خود حملہ نہیں کرے گا بلکہ وہ یہ کام بھارت کے ذریعے کروائے گا اور اس کام کے لئے اسے شائد چار، پانچ سال لگ جائیں۔

سوال: اگر بھارت، پاکستان پر حملہ کرتا ہے تو اس کا جواز کیا ہوگا؟

جواب: بھارت کشمیر میں مسلمانوں کو ان کے حقوق دینے کو تیار نہیں ہے اور اپنی مرضی کے فیصلے وہاں کے عوام پر ٹھونسنا چاہتا ہے لیکن وہاں کے مسلمان اور پاکستانی قوم بھارت کے فیصلے کو تسلیم نہیں کریں گے۔ اس معاملے میں بھارت کو امریکی اشیر باد حاصل ہوگی اور پھر اپنے مقاصد کی خاطر امریکہ پاکستان پر حملہ کروائے گا۔

سوال: امت مسلمہ کی پچھلی کئی نسلیں یہود و نصاریٰ کے مظالم کا شکار ہوتی آرہی ہیں۔ موجودہ نوجوان نسل نے بھی اپنی آنکھوں کے سامنے مسلمانوں کو پٹتے ہوئے دیکھا ہے۔ ان کی آنکھوں میں یہ سوال پایا جاتا ہے کہ امت مسلمہ کو ''نوید سحر'' کب نصیب ہوگی؟

جواب: جیسا میں نے پہلے کہا ہے کہ امریکہ اپنے مقاصد کی خاطر بھارت کے ذریعے پاکستان پر تقریباً چار، پانچ سال تک حملہ کرائے گا۔ اس کے ردعمل کے طور پر افغانستان اور عرب ممالک پاکستان کا بھرپور ساتھ دیں گے۔ اس جنگ سے غزوۃ الہند کا آغاز ہوگا اور یہ انقلاب کی طرف پہلا قدم ہوگا۔ اس کے بعد مسلمانوں کو غیر مسلموں کے خلاف زبردست کامیابی حاصل ہوگی۔ یہیں سے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوگا اور پھر وہ پوری دنیا پر حکمرانی کریں گے۔

ولادتِ رسولؐ و اخلاقِ عالیہ

میلاد النبی ﷺ منانے کا صحیح اسلوب یہ ہے کہ ہم اپنی ذات کو سامنے رکھ کر تجزیہ کریں کہ ہم کتنے محمد عربیؐ کے ساتھ ہیں۔ اور کتنے محروم ہیں۔ ہماری سوچیں کتنی آپ کی غلامی میں ہیں اور کتنی آپ سے دور ہیں۔ ہمارے دل کتنے آپ کی غلامی میں ہیں اور کتنے آپ کی درگاہ سے دور ہیں۔ ہمارے ضمیر' ہمارے مزاج' ہمارا کردار' ہمارا اٹھنا بیٹھنا ایک دن علی الصبح اٹھ کر ایک کاپی لے لو۔ جو بولو وہ بھی لکھ دو۔ جو کرو' وہ بھی لکھ دو' سونے سے پہلے محاسبہ کر لینا سمجھ آجائے گی کہ تم محمد رسول اللہ ﷺ کے کتنے ساتھ ہو۔ اور کتنے آپ سے دور ہو۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ ضلع چکوال 16-5-03

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ o

لَقد جاء کم رسول من انفُسِھم عزیزٌ علیہ ماعنتم حَریص' عَلَیکم بالمومنین روف' الرَّحیمo اللّٰھم سبحانک لا عِلمَ لَنا الا مَا عَلَّمْتَنَا انک انت العلیم الحکیم. مولا یاصل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک من ذانت بہٖ العصروا.

قرآن حکیم نے آپ ﷺ کے جگہ جگہ بے شمار اوصاف ارشاد فرمائے۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد سیدہ ام المومنین حبیب کبریا حضرت عائشہ سے کسی نے سوال کیا تھا۔ کہ آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کے بارے کچھ ارشاد فرمایئے بیوی جس قدر میاں کے قریب ہوتی ہے۔ یا جن اوقات میں قریب ہوتی ہے کوئی دوسرا نہیں ہوتا تو آدمی کا اصل حال جو ہے' یا مزاج جو ہے' وہ دوسروں کی نسبت بیوی پہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ ساس کے ساتھ ماں کے ساتھ' بہن بھائیوں کے ساتھ' رشتہ داروں کے ساتھ آدمی تھوڑا سا رکھ رکھاؤ بھی رکھ سکتا ہے۔ دل سے نہ چاہتے ہوئے بھی عزت واحترام دنیاداری کیلئے یا دکھاوے کیلئے بھی کر سکتا ہے۔ لیکن بیوی چونکہ ہر لمحے کی ساتھی ہوتی ہے۔ اس لئے بیوی کے ساتھ دکھاوا نہیں چلتا۔ اصل بات سامنے آجاتی ہے۔ تو اس نے حضرت عائشہؓ سے پوچھنا چاہا کہ آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کے بارے ارشاد فرمایئے۔ تو آپ نے ایک مختصر سا جملہ ارشاد فرمایا۔ فرمایا کان خُلُقُہ' القرآن. آپ ﷺ کا اخلاق کریمانہ جاننا چاہتے ہو تو قرآن پڑھتے جاؤ۔ جو جو اوصاف' جو کمال قرآن نے بیان کئے ہیں۔ سارے کے سارے بدرجہ اتم آپ کی ذات عالی میں موجود تھے۔ اور جن جن چیزوں کو قرآن نے نقص قرار دیا ہے ان میں سے کسی کا آپ کی ذات عالی کے پاس گزر بھی نہیں۔ لہٰذا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو جاننا چاہتے ہو۔ آپ کے اخلاق کریمانہ جاننا چاہتے ہو۔ آپ کا کردار عالیٰ جاننا چاہتے ہو۔ تو قرآن پڑھتے جاؤ۔ تصویر بنتی جائے گی۔ لہٰذا قرآن حکیم نے بے شمار پہلو آپ ﷺ کی ذات کے اس طرح واضح' اس طرح کھول کر بیان کئے ہیں کہ اگر آدمی کو اللہ شعور دے اور اس کی قسمت یاوری کرے۔ تو ایک ایک بات پہ ہزار ہزار بار قربان ہونے کو جی چاہتا ہے۔ اور کون ہے جو ایسی ہستی کا دامن اپنے ہاتھ سے جانے دے۔ اس آیت کریمہ میں پوری انسانیت کو خطاب فرماتے ہوئے فرمایا۔ لَقد جاء کم رَسُول اے نوع انسانی تمہارے پاس اللہ کا رسول آچکا۔ اب اس کے بعد کسی اور بہتری کی' کسی اور بھلائی کی' کسی اور حادثے کا انتظار فضول ہے۔

آج ایک ایسا وقت آ گیا ہے کہ عمومی طور پر مسلمان من حیث القوم کسی کے آنے کے منتظر ہیں۔ اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہتے ہیں کہ کوئی بندہ پیدا ہو جائے گا۔ کوئی اللہ بھیج دے گا۔ فرمایا کسی کا انتظار مت کرو۔ لَقد جاء کم رَسُول' تمہارے پاس آنے والا آ چکا۔ ایسا کوئی نہیں آئے گا۔ جو بھی آئے گا۔ وہ اس کی غلامی کرے گا۔ کوئی آنے والا آئے امام مہدی آئیں۔ امت محمدیہ کا ایک ولی اللہ ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول باقی ہے۔ آپ دنیا میں تشریف لائیں گے ہمارا ایمان ہے

لیکن آپ تشریف لا کر کوئی نئی بات نہیں بتائیں گے۔ انہی باتوں کو دہرائیں گے۔ جو محمد رسول اللہ ﷺ ارشاد فرما چکے۔ تو پھر کیا ضروری ہے کہ آپ ﷺ کی بات' آپ کی ذات کے حوالے سے کیوں نہ مانی جائے۔ کیا انتظار کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے۔ پھر ہم مانیں گے۔ تو یہ تعلق تو بالواسطہ ہو گیا۔ اور جب براہ راست درِ اقدس کھلا ہے۔ کہ اپنا سینہ شق کر کے لاؤ۔ اپنا دل نکال کر کے قدموں میں ڈال دو۔ منور ہو جائے گا۔ عرش وفرش کا نقشہ اسی میں بن جائے گا۔ جنت و دوزخ وہیں سے دکھائی دینے لگے گی۔

ایک صحابی مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ حضور ﷺ نے سوال فرمایا۔ کیف اَصْبَحتَ ۔ بھئی کیسا دن ہوا تمہارا؟ آپ نے کیسے صبح کی؟ کس حال میں صبح کی۔ انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ ایمان کے ساتھ صبح نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھے کیا خبر ہے؟ کہ تیرا ایمان درست ہے۔ تو وہ وہیں رک گئے۔ مسجد نبوی کے صحن میں کھڑے ہو گئے۔ اور عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ ﷺ میں یہاں کھڑا میدان حشر کا سارا نظارہ دیکھ رہا ہوں۔ میں اہل جنت کو جنت میں جاتا اور اہل دوزخ کو دوزخ میں جاتا دیکھ رہا ہوں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ مجھ پر اللہ کا احسان ہے۔ میرا ایمان درست ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم نے صحیح سمجھا۔ یعنی جس دامن اقدس سے آپ وابستہ ہو جائیں۔ جن قدموں میں اگر آپ دل کو ڈال دیں۔ تو دونوں جہاں اس میں جائیں گے۔ زمین تو زمیں' آسمان عرش بریں' عالم امر' برزخ' حشر' قبر' قیامت' سارا میدان اسی ایک قلب میں سج جائیں گے۔ جو حضور کے خاکِ پا سے متاثر ہو جائے۔

لَقد جاء کم رَسُول . اے میرے بندو! تمہارے پاس میرا رسول ﷺ تشریف لا چکا۔ اب یا اللہ ہم تو عام لوگ ہیں۔ وہ تیرا حبیب ہے۔

آپ ﷺ کا اخلاق کریمانہ جاننا چاہتے ہو تو قرآن پڑھتے جانو۔ جو جو اوصاف' جو جو کمال قرآن نے بیان کئے ہیں۔ سارے کے سارے بدرجہ اتم آپ ﷺ کی ذات عالی میں موجود تھے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ہم چاہیں بھی تو اس بارگاہ میں ہمیں کون گھاس ڈالے گا۔ گنہگار ہیں' بدکار ہیں' کمزور ہیں' افلاس اور تنگ دستی ہے۔ کوئی حیثیت گھر میں نہیں' محلے میں نہیں' ملک میں نہیں' کوئی ہمیں جانتا نہیں' کوئی پوچھتا نہیں' کسی آدمی سے کہیں کہ ہماری بات سنو۔ وہ سننے کو تیار نہیں ہوتا۔ کس دفتر درخواست عرضی لے جائیں وہ کوئی نہیں پوچھتا۔ اس اتنی بڑی بارگاہ میں جو تیرا حبیب ﷺ ہے وہ ہمیں کیا پوچھے گا۔ فرمایا ایسی بات نہیں ہے۔ عزیز علیہ ما عنتم تمہیں جہاں بھی کوئی ذرا سا دکھ پہنچتا ہے۔ وہ تمہارا درد محسوس کرتا ہے۔ اسے اتنا رشتہ ہے عالم انسانیت کے ساتھ کہ نوع انسانی میں سے کسی کو بھی کوئی دکھ لگتا ہے' کسی پر کوئی دکھ آتا ہے' کسی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔ عزیز علیہ ماعنتم. تمہیں جو تکلیف پہنچتی ہے۔ اس کا زیادہ اثر اس کا قلب اطہر لے گا۔

قرآن حکیم میں بار بار حضور نبی کریم ﷺ کو اس بات پہ تسلی دی گئی کہ آپ کا کام میرا پیغام پہنچانا ہے۔ لوگوں کو پکڑ کر میری بارگاہ میں حاضر کرنا نہیں ہے۔ لہذا آپ یہ فکر نہ کیا کریں۔ اس کے باوجود شب و روز بارگاہ الوہیت میں روتے بسر ہو جاتی تھی۔ قدوم اقدس متورم ہو جاتے تھے۔ اور فکر کس کی ہوتی تھی۔ یا اللہ! ان لوگوں کا کیا ہوگا؟ جو میری بات نہیں سنتے۔ جو میری مخالفت کرتے ہیں جو مجھ پر پتھر برساتے ہیں۔ یہ بے چارے دوزخ میں جائیں گے۔ ان کا کیا حشر ہوگا؟ حضور علیہ الصلوۃ والسلام ان بدنصیبوں کے لئے پریشان ہو جاتے تھے کہ میری بعثت کے بعد بھی کوئی انسان جہنم میں کیوں جائے۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری مثال ایسے ہے۔ جیسے کسی نے جنگل میں آگ جلائی ہو اور تاریکی سے پروانے آ آ کے اس میں گر رہے ہوں اور وہ شخص پکڑ پکڑ کر انہیں آگ سے بچا رہا ہو۔ لوگ بھاگ بھاگ کر جہنم کی طرف جا رہے ہیں۔ اور میں ایک ایک کو پکڑ کر بچا رہا ہوں۔ اور یہ بات اللہ کریم نے بھی

فرمائی۔ سب کو خطاب فرمایا لو كُنتم عَلىٰ شَفَا حُفرة مِن النار. لوگو! تم تو جہنم کے کنارے جی رہے تھے۔ جب تک زندگی جی رہے۔ موت آئی اور جہنم میں گر گئے۔ كُنتُم عَلىٰ شفاء حفرة من النار تم تو دوزخ کے کنارے جی رہے تھے۔ فانقذكُم منها میرے حبیب نے تمہیں اچک لیا وہاں سے پکڑ کر کھینچ لیا۔

تو ایسی کریم ہستی عزیز علیه مَا عنتم حریص ُ علیکم ۔ دکھ تمہیں پہنچتا ہے۔ درد وہ محسوس کرتے ہیں۔ اگر انسانوں کی مثال بدن کی لی جائے۔ تو بدن میں جس طرح آنکھ ہوتی ہے۔ اس طرح کی مثال نبی اور رسول کی ہوتی ہے۔ جس طرح بدن لاٹھیاں بھی کھا لیتا ہے۔ لیکن آنکھ میں ایک ذرا برداشت نہیں ہوتا۔ اسی طرح ساری انسانیت گناہ کر سکتی ہے۔ لیکن نبی معصوم عن الخطاء ہوتا ہے عالم انسانیت سے اس کا رشتہ ایسا ہوتا ہے کسی شاعر نے کہا تھا۔

کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ
درد ہوتا ہے کہیں روتی ہے آنکھ

یہی بات قرآن حکیم نے فرمائی۔ عزیز عَلیه مَا عَنتُمْ چوٹ تمہیں لگتی ہے۔ درد ان کا قلب اطہر محسوس کرتا ہے۔ حریص ُ عَلَیکُمْ. میرا حبیب دو عالم سے بے نیاز ہے۔ جو اللہ کا ہے اللہ کے سوا اسے باقی کس چیز کی ضرورت ہے۔ دو عالم سے بے نیاز ہے۔ لیکن تمہارے معاملے میں حرص کی حد تک چلا جاتا ہے۔ لالچ کی حد تک چلا جاتا ہے کہ تم عذاب الٰہی سے بچ جاؤ اور تمہیں اپنے دامن میں سمیٹ لے۔ اب تم دامن چھڑا چھڑا کر بھاگتے رہو تو اس میں قصور کس کا؟ حریص ُ علیکم. اے لوگو! تمہارے معاملے میں میرا حبیب حرص کی حد تک چلا جاتا ہے کہ تمہیں بچا لے۔ یہ تو ساری انسانیت کی بات ہو رہی ہے۔ اس میں تو حضور ﷺ کے دشمن بھی شامل تھے۔

جب بات ایمانداری کی آتی ہے تو بالمومنین رؤف الرحیم. مومنوں کے ساتھ تو رؤف بھی ہے، رحیم بھی ہے۔ یہ خطائیں کرتے ہیں وہ دعائیں کرتا ہے۔ یہ سستی کرتے ہیں وہ ان کے دل میں درد پیدا کرتا ہے۔ یہ دل کو تاریک کرنے کی طرف بھاگتے ہیں وہ ان کے سینے منور کرتا ہے۔ ہر لحظہ، ہر آن، وَجَاء محمد سراجاً منیراً ایک روشن سورج کی طرح حضور تشریف لائے۔ وَصلّو علیه کثیراً کثیراً. زندگی کا ہر لحظہ ان کی ذات عالی پر درود بھیجتے رہو۔

جس دامن اقدس سے آپ وابستہ ہو جائیں، جن قدموں میں اگر آپ دل کو ڈال دیں، تو دونوں جہاں اس میں سما جائیں گے۔ زمین تو زمین، آسمان عرش بریں، عالم امر برزخ، حشر، قبر، قیامت سارا میدان اسی ایک قلب میں سج جائے گا۔

حضور اکرم ﷺ کسی فرد کے خلاف تشریف نہیں لائے۔ کسی قوم کے خلاف تشریف نہیں لائے۔ افراد کیلئے تشریف لائے، اقوام عالم کیلئے تشریف لائے، سب کو بچانے کیلئے تشریف لائے اور ساری انسانیت کیلئے آپ ﷺ رسول ہیں۔ آپ جہالت کے خلاف تشریف لائے۔ جہالت ظلمت ہے، تاریکی ہے، اندھیرا ہے، تاریکی میں، اندھیرے میں سمجھ نہیں آتی کہ پاؤں سانپ پر پڑ رہا ہے، نہیں سمجھ آتی کہ پاؤں کسی کھڈے میں پڑ رہا ہے۔ نہیں سمجھ آتی کہ آگے کنواں ہے گر جاؤں گا۔ آپ ﷺ علم لیکر آئے، علم نور ہے۔ ایسا علم لائے جس نے سارے عالم کو چکا چوند کر دیا۔ انسان نہ صرف اپنے آپ اور اپنے ارد گرد سے آشنا ہوا بلکہ انسان اس دنیا میں بیٹھ کر اس دنیا کے مشاہدے کرنے کے قابل ہو گیا۔ انسان بالائے آسمان، بالائے عرش، عالم امر تک جا پہنچا ہے بلکہ انسان ذات ربی تک جا پہنچا ہے۔ یعنی اللہ کو اتنا پہنچانا کہ اس پر عاشق ہونے کا دعویٰ کر بیٹھا۔ بھلا بتاؤ تو سہی جو جس کو جانتا ہی نہ ہو۔ وہ اس پر عاشق ہو سکتا ہے جو جس کے جمال سے واقف ہی نہ ہو اس پر عاشق ہو سکتا ہے۔ تو پھر یہ عشق الٰہی کیسا ہے؟

نہ خدا کو تھا کوئی جانتا
نہ خودی سے تھا کوئی آشنا

کسی کو نہ اللہ کی خبر تھی۔ نہ اپنے آپ کی خبر تھی۔ یہ سارا نور علم کا آقائے نامدار ﷺ نے دیا۔ علم کی حقیقت بھی اسلام ہے۔ اور حضور ﷺ مخالف ہیں ظلمت کے، تاریکی کے، کفر ظلمت ہے، کفر تاریکی ہے، گناہ تاریکی ہے۔ گناہ تاریکی سے ہوتا ہے اور گناہ سے دل پر تاریکی آتی بھی

ہے۔

انسان جب ظلم کرتا ہے اس کا اپنا دل تو سیاہ ہوتا ہی ہے۔فضا میں بھی سیاہی پھیلتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم' سیدنا فاروق اعظمؓ کے زخمی ہونے پر جب آپ کی حالت بہت نازک ہوئی۔ ایک یہودی جراح بہت مشہور تھا۔حضرت علیؓ نے گھوڑا دوڑایا اور اس کے گھر جا پہنچے۔نواحِ مدینہ میں تھا۔آپؓ کا پیٹ اس طرح پھٹ گیا تھا کہ منہ میں دودھ ڈالتے تھے تو پیٹ کے زخم سے باہر آ جاتا تھا۔ سارے جراح لاچار ہو گئے۔حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں اس کو لاتا ہوں۔وہاں پہنچے تو اسے گھوڑا تیار کرنے کی مہلت نہ دی۔اسے کہا کہ تم میرے گھوڑے پر میرے پیچھے اپنا تھیلہ لیکر بیٹھ جاؤ۔ اتنی فرصت نہیں ہے امیر المومنینؓ کی حالت نازک ہے۔وہ بیٹھ گیا۔تھوڑی دور چلے تو آپؓ نے گھوڑا روک لیا اور اسے کہنے لگے کہ میرا خیال ہے کہ ابھی زیادہ دور نہیں آئے تم واپس جا سکتے ہو' مجھے جانے کی جلدی ہے ورنہ میں تجھے گھر چھوڑ آتا۔اب تمہاری ضرورت نہیں رہی' تم چلے جاؤ۔اس نے کہا! عجیب بات ہے۔وہاں تم نے مجھے اس مصیبت میں ڈال رکھا تھا کہ مجھے اپنا گھوڑا تیار کرنے نہیں دیا۔یہاں مجھے کہہ رہے ہو اتر جاؤ واپس چلے جاؤ۔اب کیا ہوا؟ کہنے لگے امیر المومنینؓ شہید ہو گئے۔اس نے پوچھا کہ آپ کو کیسے پتہ ہے۔آپؓ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ یہ ریوڑ جو ہے بکریاں چر رہی ہیں۔ یہ کسی اور کی ہیں جس فصل میں چر رہی ہیں یہ کسی دوسرے بندے کی ہے۔اور یہ ممکن نہیں کہ امیر المومنین عمرؓ زندہ ہو اور دوسرے کا جانور کسی دوسرے کی فصل کھا جائے۔ یہ ممکن نہیں اس کا مطلب ہے کہ عمرؓ شہید ہو چکے ہیں۔ امیر المومنینؓ دنیا سے اٹھ چکے ہیں۔وہی اللہ کا بندہ تھا جس نے کہا تھا کہ دجلہ کے کنارے کوئی کتا بھوکا مر گیا تو خطاب کا بیٹا پکڑا جائے گا۔

آج بھی حکومتیں ہیں حکمران بھی ہیں۔

تم تو دوزخ کے کنارے جی رہے تھے میرے حبیب نے تمہیں اچک لیا وہاں سے پکڑ کر کھینچ لیا

رعیت بھی مسلمان ہے' حکمران بھی مسلمان ہیں حکومت اور ایوان حکومت کے چمچوں کے ہاں دیگیں پکتی ہیں' عیاشیاں ہوتی ہیں' کتے منرل واٹر پیتے ہیں' ابھی پچھلے سال لاہور میں کتوں کی دوڑ ہوئی' تو کتے جو نمائش کیلئے لائے تھے۔ان کیلئے ہوٹلوں میں بڑا مہنگا منرل واٹر تھا جبکہ عام مسلمان کے پاس' دیہاتی کے پاس جوہڑ کا پانی بھی نہیں۔یعنی انسان جوہڑ کے گندے پانی کو ترس رہا ہے اور بڑے گھروں کے کتے منرل واٹر پی رہے ہیں۔اب یہ بھی اسلامی حکومت ہے۔ وہ بھی اسلامی حکومت تھی۔ یہاں بھی رعیت مسلمان ہے وہاں بھی رعیت مسلمان تھی۔ یہاں بھی حکمراں مسلمان ہیں وہ بھی حکمران مسلمان تھے۔

ببیں تفاوتِ رہ از کجا ست تا بہ کجا

دیکھیے فاصلے کہاں سے کہاں تک بڑھ گئے۔تو یہ سب کیا تھا؟ یہ نورِ علم تھا جو سید اطہر رسول کریم سے خلفاء راشدین اور صحابہ اکرامؓ کے سینوں میں منتقل ہوا۔

یاد رکھیں! علم دین تو اساس ہے علم کی۔

لیکن حضور ﷺ نے دنیاوی علوم کو بھی کم اہمیت نہیں دی۔فرمایا العلم علمان . العلم (The Knowledge) العلم علمان علم کے دو حصے ہیں علم الادیان وعلم الابدان . دین کا علم' نارمیٹو سائنسز کا علم' اخلاقیات' ایمانیات' عبادات معاملات یہ سب کیا ہیں؟ یہ حدود وقیود نظر نہ آنے والی ہیں۔اب ہمیں شراب سے منع کر دیا۔شراب اور ہمارے درمیان کوئی دیوار تو نہیں نظر آتی۔ ایک حد ہے۔ایک حکم ہے۔سود منع ہے کوئی دیوار تو درمیان میں نہیں بنی۔اسے کہتے ہیں۔نارمیٹو سائنسز نظر تو نہیں آتی لیکن ان کا اثر موجود ہے وہ موثر ہیں اور دوسری فزیکل سائنسز ہوتی ہیں۔جو چیزیں سامنے نظر آتی ہیں۔فرمایا علم الادیان اور علم الابدان' یہ دونوں ملکر پورا علم بنتے ہیں۔دین کا علم آپ کہہ لیں دینوی علم کہہ لیں۔اگر کسی نے دینوی علم نہیں پڑھا دین پڑھا ہے تو اس کے پاس آدھا علم ہے۔کسی نے صرف دنیا پڑھی ہے دین نہیں پڑا' تو ایک آدھا اس کے پاس ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج تک پڑھے لکھے طبقے اور'

علماء میں ڈانگ سوٹا ہو رہا ہے' لڑائی جھگڑا کیوں ہو رہا ہے۔ علماء کے پاس آدھا ہے۔ وہ ان کی بات نہیں سمجھتے۔ ان کے پاس دوسرا آدھا ہے وہ ان کی بات نہیں سمجھتے۔ علماء کے پاس دین ہے اور ہمارا جو پڑھا لکھا طبقہ ہے' دنیا دار ہے' وہ ان کی بات نہیں سمجھتا اور جو ان کے پاس ہے اسے سمجھنے کا یارا علما کے پاس نہیں کیونکہ انہوں نے اس کا مطالعہ نہیں فرمایا۔ اسے پڑھا نہیں ہے تو مکمل علم جو ہے دین کا علم' دنیا کا علم اور علوم دین کیلئے حضور ﷺ نے فرمایا لو کان بالصین۔ اس زمانے میں عرب سے چین تک بہت بڑا فاصلہ تھا۔ فرمایا دور کہیں اگر تمہیں چین جانا پڑے تو جاؤ۔ عہد نبوی میں اب جہاں اردن ہے جہاں منڈی لگتی تھی جس میں ہندوستانی تاجر بھی جایا کرتے تھے۔ چینی تاجر بھی جاتے تھے۔ اہل مغرب بھی آتے تھے۔ اتنی بڑی منڈی ہوتی تھی جس میں سارے عرب تاجر بھی جاتے تھے۔ اہل عرب بھی ہسپانیہ تک' وہاں آتے تھے اور چین تک ادھر کے تاجر بھی جاتے تھے' اور وہاں بہت بڑی تجارت ہوتی تھی۔ جسکی وجہ سے حضور ﷺ ہندیوں سے' چینیوں سے' ان علاقوں سے ان باتوں سے واقف تھے۔ یہ ساری خبر آپ کو تھی' تو آپ ﷺ نے فرمایا علم کیلئے چین بھی جانا پڑے تو جاؤ۔ علم حاصل کرو۔ وہ دنیا کا علم ہوا اسے حاصل کرو۔ دنیاوی طور پر بندہ پڑھ جائے تو اُس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ چاہے تو دین بھی پڑھ لے۔ اور دینی علوم پڑھا ہوا دنیوی علوم کا مطالعہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اپنا اپنا گروہ بنا لیتے ہیں اور اس میں جم جاتے ہیں اور دوسری طرف دیکھنے کا تکلف نہیں کرتے۔ حالانکہ دنیوی علم بھی اتنا ضروری ہے۔ کہ غزوہ بدر میں مکہ کے چوٹی کے لوگ قیدی بن گئے۔ ستر قتل ہوئے' ستر قید ہوئے' نامور لوگ تھے۔ جب بات چلی کہ قیدیوں کا کیا کیا جائے تو بہت سی باتوں کے بعد حضور ﷺ نے فیصلہ فرما دیا کہ یہ اپنا فدیہ معاوضہ دے کر رہا ہو جائیں۔

آپ ﷺ ایسا علم لائے جس نے سارے عالم کو چکا چوند کر دیا انسان صرف اپنے آپ اور اپنے ارد گرد سے آشنا نہ ہوا۔ بلکہ انسان اس دنیا میں بیٹھ کر اس دنیا کے مشاہدے کرنے کے قابل ہو گیا۔

معاوضہ مقرر کر دیا گیا ہوگا۔ ہر کوئی اپنا دیتا رہا۔ رہا ہوتا گیا۔ پھر وہ آئے جن کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے۔ کم تھے ان سے حضور ﷺ نے رعایت فرما دی۔ حتی کہ ایک طبقہ وہ رہ گیا جن کے پاس دینے کو کچھ بھی نہیں تھا۔ ان کی بات حضور ﷺ کے بارگاہ عالی میں عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ ﷺ اب کچھ لوگ وہ باقی رہ گئے ہیں۔ جن کے پاس فدیہ دینے کو کچھ بھی نہیں۔ فرمایا ان سے پوچھو اگر وہ الف ب ج لکھنا پڑھنا جانتے ہیں تو مدینے کے کچھ بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ یہی ان کا فدیہ ہے۔ اب ظاہر ہے کہ مکہ کے کافروں نے قرآن تو نہیں پڑھانا تھا۔ انہوں نے یہی الف ب ج' حساب کتاب جغرافیہ تاریخ ہی پڑھائی ہوگی۔ تو اس کا مطلب ہے کہ حضور ﷺ کے نزدیک اس دنیوی علم کی اہمیت بھی کم نہ تھی۔ اور اسی کے حصول کیلئے فرمایا کہ اگر چین بھی جانا پڑے تو جاؤ۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ جو دنیوی علوم کا مطالعہ کر رہے ہیں یہ بھی اطاعت محمد رسول اللہ ﷺ میں داخل ہے کہ آپ کتنے خلوص سے' کتنی محنت سے' اپنا وقت صرف کرتے ہیں۔ اور اپنی تعلیم میں اپنا کتنا خلوص صرف کرتے ہیں۔ یہ جو علم کے حصول کا انسان کو ابتدائی ایام تھوڑا سا موقع ملتا ہے۔ جب والدین اس کا بوجھ اٹھاتے ہیں سکول کے اخراجات بھی اٹھاتے ہیں۔ کالج کے اخراجات بھی اٹھاتے ہیں تو یہ وقت اپنے آپ کو تعمیر کرنے کا ہوتا ہے۔ بچے کے لئے یہ وقت اپنے آپ کو بنانے کا ہوتا ہے۔ جب وہ جوان ہو کر میدان عمل میں جاتا ہے۔ وہاں اسے احساس ہوتا ہے کہ آج میرا وہ امتحان پاس ہوتا' تو مجھے یہ جاب مل جاتی میرا وہ کورس پاس ہوتا تو ....لیکن اس وقت اس کے پاس امتحان' پاس کرنے کی فرصت نہیں ہوتی۔

اس کا پیٹ کھانا مانگتا ہے۔ آگے بچے ہو جاتے ہیں ان کی ضرورتیں آ جاتی ہیں پھر اسے مزدوری کرنی پڑے۔ نوکری اٹھانی پڑے' محنت کرنی پڑے۔ پھر اس میں پڑ جاتا ہے۔ پھر اس کے پاس اپنا بنانے کیلئے کچھ نہیں ہوتا۔ آنے والی نسل کو بنانے کی اس پر ذمہ داری آ جاتی ہے۔ لہٰذا بچوں کیلئے سب سے بہترین موقع یہ ہوتا ہے

کہ جب والدین ان کی تربیت کیلئے بوجھ اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ پورے خلوص' پوری دیانت سے اپنے حصول علم میں پوری محنت کریں اور یہ بھی اطاعت پیامبر ﷺ کا ایک انداز ہے۔ یہ برکات محمد رسول اللہ ﷺ ہیں کہ کسی کو علم دنیا بھی نصیب ہو جائے۔

آج ماڈرن ٹیکنالوجی میں یا جدید تحقیق میں کہا جاتا ہے کہ مسلمان سب سے پیچھے ہیں اور یہ بالکل غلط کہا جاتا ہے مسلمان خواہ برائے نام بھی ہو دماغی صلاحیتیں اس میں کافر سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہیں۔ مسلمان حکومتیں پیچھے ہیں مسلمان پیچھے نہیں ہیں۔ میں نے امریکہ کے جدید تکنیکی اداروں کو' اور تحقیقی اداروں کو جا کر دیکھا۔ وہاں بھی چوٹی کے اساتذہ مسلمان ہیں' اور اکثر پاکستان کے رہنے والے ہیں۔ برطانیہ کے تحقیقی اداروں کو میں نے دیکھا وہاں بھی بیشتر کام کرنے والے مسلمان ہیں۔ جاپان کے تحقیقی اداروں کو میں نے دیکھا۔ تکنیکی اداروں کو میں نے دیکھا وہاں بھی بیشتر کام کرنے والے مسلمان ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مسلمان حکومتیں اسلام سے غافل ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مسلمان حکمران کمالات محمدی ﷺ کی طرف نظر نہیں کرتے۔ یہ الگ بات ہے کہ مسلمان حکومتیں عدل سے دور ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ارباب اقتدار واختیار غفلت میں ہیں ورنہ جو مسلمان برائے نام بھی ہے کافر کی نسبت اسمیں دنیاوی شعور استعداد بھی کئی گناہ زیادہ ہے۔ یہ جو آپ کو F - 16 ملے تھے۔ امریکہ میں کسی بھی پائلٹ کو ان کو چلانے' اڑانے کیلئے اس کی تیاری پر تین سال لگتے ہیں۔ اس کی ٹریننگ میں اور پاکستانی پائلٹ جو لینے گئے۔ انہوں نے تین مہینے میں وہ ساری سیکھ لی۔ اور وہاں سے اپنے جہاز اڑا کر پاکستان لائے' اتنا فاصلہ ہے غیر مسلم اور مسلم کے شعور میں۔

انسان جب ظلم کرتا ہے اس کا اپنا دل تو سیاہ ہوتا ہی ہے۔ فضا میں بھی سیاسی پھیلتی ہے۔

آپ کیا سمجھتے ہیں کہ یہ امریکہ کی لڑائیوں میں سارا غیر مسلموں کا کمال ہے جتنے۔ کمپیوٹرائزڈ' ڈیٹابیس' آٹو میٹک میزائل بمبارمنٹ ہو رہی ہے یہ ساری اُن کی ایڈجسٹمنٹ امریکہ میں مسلمانوں نے کی ہوتی ہے۔ جہاں اگر کوئی دو دن کی چھٹی آ جائے تو اس کا بچہ اغوا کر لیا جاتا ہے۔ کہ اتنے پیسے دیکر لے جاؤ۔ یا اسے قتل کر کے پیسے چھین لیے جاتے ہیں۔ پاکستان ایک ایسا ملک ہے کہ اگر یہ اپنے باہر رہنے والے لوگوں کو واپس بلا لے۔ انہوں نے تو ایک ڈاکٹر عبدالقدیر بلایا تو ایٹمی طاقت بن گئے۔ ایسے لاکھوں ڈاکٹر عبدالقدیر جاپان میں' امریکہ میں' برطانیہ میں' یورپ میں دوسرے ممالک میں بسے ہوئے ہیں۔ جو ان کی خدمت' ان کا کام کر رہے ہیں لیکن یہ سب تب ہو سکتا ہے کہ ہمیں یہ احساس ہو کہ ہم کون ہیں؟ ہمارا رشتہ کس سے ہے۔ ہم نے تو تجدید عہد کی بجائے ڈھول ڈھمکے بجا کر' تجدید عہد کی بجائے پٹاخے چلا کر' تجدید عہد کی بجائے شہروں میں غل مچا کر' جلوس نکال کر ربیع الاول منا لیا۔ عید میلادالنبیؐ منا لیا۔ میلادالنبی ﷺ منانے کا صحیح اسلوب یہ ہے کہ اپنی ذات کو سامنے رکھ کر تجزیہ کرو۔ تم کتنے محمد عربیؐ کے ساتھ ہو۔ اور کتنے محروم ہو۔ تمہاری سوچیں کتنی آپ کی غلامی میں ہیں اور کتنی آپ سے دور ہیں۔ ہمارے دل کتنے آپ کی غلامی میں ہیں اور کتنے آپ کی درگاہ سے دور ہیں۔ ہمارے ضمیر' ہمارے مزاج' ہمارا کردار' ہمارا اٹھنا بیٹھنا' ایک دن علی الصبح اٹھ کر ایک کاپی لے لو' جو بولو وہ بھی لکھ دو۔ جو کرو' وہ بھی لکھ دو' سونے سے پہلے محاسبہ کر لینا سمجھ آ جائے گی کہ تم محمد رسول اللہ ﷺ کے کتنے ساتھ ہو۔ اور کتنے آپ سے دور ہو۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ہم دیانتداری سے جو بولتے ہیں لکھتے جائیں۔ جو کرتے ہیں لکھتے جائیں تو شاید سوتے وقت ہمیں خود بھی پڑھنے سے حیاء آئے۔ حتیٰ کہ یہ سب کچھ لکھا جاتا ہے۔ اور روز حشر پڑھا جائے گا۔ اور حضور اکرم ﷺ بھی جلوہ افروز ہوں گے اور اللہ کریم کی بارگاہ ہوگی اور ہم بھی سامنے کھڑے ہوں گے اور یہ اعمال نامہ بھی ہوگا۔ اس لئے تو ڈاکٹر اقبال مرحوم نے کہا تھا کہ یا اللہ!

پہلے تو میرا حساب لے ہیں اور اگر لینا ہے تو اپنی ذات تک رکھ مجھے میرے نبی کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچالے۔

ربیع الاول منانے کا صحیح انداز یہ ہے کہ دوسروں پر فتوے لگانے سے پہلے ہم اپنا محاسبہ کرلیں کہ بحمد اللہ ہم کتنے قلبی طور پر، فکری طور پر علمی طور پر آپ ﷺ کتنا اتباع کر رہے ہیں اور کہاں کمی ہے جہاں کمی ہے وہاں دو کام کریں۔ ایک تو توبہ کریں۔ اللہ سے دعا کریں کہ توبہ پہ قائم رہنے کی توفیق بھی دے۔ اور اللہ کریم سے دعا کریں کہ وہ اتباع رسالت کی توفیق بھی ارزاں عطا فرمائے اور اپنے آپ کو پکڑ کر واپس بارگاہ عالی میں لے آئے۔

کسی بھی ملک میں وہی سکہ چلتا ہے جس پر اس ملک کی حکومت کی مُہر ہو باقی نہیں چلتا۔ یہ ہمارا کردار، ہمارے اعمال جو ہیں یہ سکہ ہے میدان حشر کا، یہ دولت ہے آخرت کی، یہ سرمایہ ہے قبر کا، برزخ کا، ہمیں یہ دیکھ لینا چاہئے کہ کس کس کام پر محمد رسول اللہ ﷺ کی مہر ہے۔ ہمارے جس کلمے پر، جن لفظوں پر، جس سوچ پر، جس فکر پر، جس کام پر آقائے نامدار ﷺ کی مہر ہوگی، وہ سرکاری سکہ ہے وہ ہماری دولت ہے۔ وہ قبر میں بھی ہم دولت مند ہوں، میدان حشر میں بھی امیر بھی ہوں۔ آخرت میں بھی امیر ہوں گے۔ اور اگر سارا جعلی سرمایہ جمع کر لیا۔ کوئی رسم کسی سے لے لی۔ کوئی کسی نے لے لی۔ تو جس طرح کوئی نقلی نوٹ بنا کر دے دے تو وہ تو الٹا قید ہو جاتا ہے۔ پکڑا جاتا ہے۔ آخر سزا پاتا ہے۔

ربیع الاول تو شاید اب آکر جانے کو بھی ہے۔ نصف سے اوپر جا رہا ہے۔ ربیع الاول تو پھر آجائے گا۔ اور یہ پھر ساری یادیں اپنے دامن میں پھر لے آئے گا لیکن کس کے پاس ضمانت ہے کہ وہ اگلے ربیع الاول تک ہوگا۔ کس کے پاس ضمانت ہے وہ کل تک ہوگا۔ کس کے پاس ضمانت ہے کہ وہ اگلی سانس لے سکے گا۔ لہذا

> **یا اللہ! پہلے تو میرا حساب لے نہیں اور اگر لینا ہے تو اپنی ذات تک رکھ مجھے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچالے۔**

پہلا کام یہ ہے کہ اللہ سے دعا کرو۔ کہ اللہ مجھے نبی ﷺ کا غلام بنا دے۔ اپنے عمل کو خود جانچو۔

سیدنا فاروق اعظمؓ فرمایا کرتے تھے کہ اپنا حساب کیا کرو۔ اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے۔ اس وقت تم کچھ نہیں کر سکو گے۔ آج حساب کرو گے تو اپنے آپ میں، اپنے کردار میں، اپنی فکر میں، اپنے عمل میں تبدیلی کرنے کی توفیق ارزاں ہو جائے گی۔

ایک سادہ سی بات ہے بعثت عالی کے بعد کوئی دوسری ہستی نہیں ہے کہ جس کی طرف دیکھا جائے۔ کوئی ہے تو صرف اس لئے ہے کہ وہ ہمیں حضور کی بارگاہ تک لے جائے۔ اس بارگاہ سے آشنا ہو۔ آپ کا حکم ہم تک پہنچا دے۔ آپ کی بات ہمیں سنا دے ورنہ کوئی دروا نہیں ہے سوائے در محمد مصطفیٰ ﷺ کے۔ اللہ کی بارگاہ کو جانے والے تمام راستے، تمام کھڑکیاں، تمام دروازے بند ہو گئے۔ ایک ہی دروا ہے اور وہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا۔

یہ یاد رکھو! میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ حضور کسی قوم کے خلاف مبعوث نہیں ہوئے۔ حضور کسی فرد کے خلاف مبعوث نہیں ہوئے۔ بلکہ سارے انسانوں کی خاطر، سب کیلئے مبعوث ہوئے ہیں اور سب کیلئے کریم ہیں۔ جو بھی بارگاہ عالی میں حاضر ہو۔ جو بھی توبہ کرنی چاہئے۔ جو بھی آپ کا دامن تھامنا چاہے۔ حضور اس کو قبول فرما کر خوش ہو جاتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کوئی دل سے فیصلہ کرے بھی تو سہی کہ مجھے آپ کا دامن چاہئے یھدی الیہ من ینیب. انابت دل کی گہرائی کا فیصلہ ہوتا ہے۔ دل مان جائے۔ بندہ فیصلہ کرلے اللہ توفیق ارزاں کر دیتا ہے۔

تو میرے بھائی! میں بھی آپ بھی، ہم سب اپنا اپنا محاسبہ کریں اور دیکھیں کہ ربیع الاول نے تو آکر ہمیں پھر سے دل جوڑ دیا؟ کہ یہ ماہ مبارک ہے، یہ مبارک دن ہیں، یہ مبارک راتیں ہیں جب آمنہ کا لال دنیا پر جلوہ افروز ہوا، حضور ﷺ اپنے فضائل میں فرماتے ہیں۔

کہ جعل الارض مَسْجِدو طَھُوراً

حضور ﷺ نے ایک جگہ بہت سی باتیں ارشاد فرمائیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ آدم علیٰ نبینا

علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے نبی' رسول آئے۔ ساری زمین مسجد نہیں ہوتی تھی۔ عبادت کیلئے جگہ مختص کرنا پڑتی تھی۔ حد بندی بنانی پڑتی تھی۔ خواہ پتھر رکھ دیتے۔ نشاندہی کرنی پڑتی۔

ہر کوئی نماز وہاں جا کر ادا کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے زمین پر بھیجا تو ساری زمین کو مسجد قرار دے دیا۔ اب جس ہستی کا پایہ اقدس زمین پہ لگا تو جہاں سجدہ کرو وہیں مقبول ہے ساری زمین مسجد ہوگی۔ فرمایا مسجد نہیں۔ مٹی کو یہ خاصیت دے دی گئی کہ وہ پاک کر دیتی ہے۔ پانی نہیں ملتا۔ تیمّم کر لو۔ پاکیزگی آجائے گی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ وضو سے جلد پاک ہوتی ہے۔ تیمّم سے ہڈیوں کا گودا تک پاک ہو جاتا ہے۔ جس ہستی کا قدم مبارک لگنے سے مٹی میں اتنی برکات آگئیں۔ اگر اس کا قدم مبارک کسی دل میں آجائے تو وہ دل کیسا ہوگا؟

دیکھنا ہمیں یہ ہے کہ ہم کہتے تو ہیں لیکن کیا ہم نے دل میں حضور ﷺ کو جگہ دی۔ آپ ﷺ کی عظمت کو جگہ دی۔ اگر ایک نگاہ زندگی میں نصیب ہو جائے تو کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی' نہ کسی وعظ' نہ کسی نصیحت کی' لیکن ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم زندگی کو چھوٹے چھوٹے کاموں میں ضائع کرتے رہتے ہیں۔ اور ان کاموں میں ضائع کرتے ہیں جن کا ذمہ اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ ہم پر فرض ہے رزق حلال تلاش کرنا' روزی کے وسائل اختیار کرنا' ہم پر فرض ہے۔ لیکن کتنی روزی ملتی ہے؟ کیسی ملتی ہے؟ ہمارا معاملہ نہیں ہے۔ اسباب اختیار کرنا عبادت ہے۔ نتائج وہ خود پیدا فرماتا ہے۔ لیکن تلاش حق اتباع رسول ؐ اس کے مکلف ہیں۔ اس کا ہم سے حساب لیا جائے گا۔ وہ فرماتا ہے۔

وَمَامن دابۃٍ فی الارض الّا علی اللہ رزقُھَا ہر متنفس جو زمین پر ہے اس کی روزی' روٹی کا ذمہ دار میں ہوں۔ اس کی ہمیں فکر ہے اور فرماتا ہے کہ میرے نبی ﷺ کے ساتھ تم کیا سلوک کرتے ہو؟ اس کے ذمہ دار تم ہو اس کی تمہیں فرصت ہی نہیں ہوتی ساری زندگی ہم اپنے آپ کو تلاش ہی نہیں کرتے۔ کہاں بھٹک رہے ہیں؟ کیوں بچھڑ رہے ہیں؟ کیوں دور ہیں؟ اللہ کریم ہمیں یہ صحیح سوچ' صحیح توفیق عمل اپنی محبت اپنے حبیب ﷺ کی محبت اور اپنے بندوں کی محبت عطا فرمادے۔ آمین

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے پرانے ساتھی ملک احمد نواز بکھر یار (سرگودھا) کی والدہ محترمہ قضائے الٰہی سے انتقال کر گئی ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

حاجی نواب خان کے والد محترم قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

فنا فی الرسول ﷺ

فرمایا۔ اب اپنے معاشرہ کی طرف آئیں جب ہم کہتے ہیں لا الہ اللہ محمد رسول اللہ تو ہم نے تمام قدریں ترک کر دیں کہ کچھ بھی نہیں ہے اقتدار اعلیٰ الہ العالمین کے پاس ہے اور ہمارے پاس ایک ذریعہ' ایک واسطہ ہے کہ ہم اللہ سے بات کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان موجود ہے کہ خدائی خدا کی ہے' کائنات اس کی ہے ہمارے پاس اس کے ساتھ بات کرنے کا ذریعہ موجود ہے۔ چنانچہ ہم خدائی میں ایسے رہیں گے جیسے اس کا بنانے والا ہمیں حکم دے گا۔ یہ ہے لا الہ اللہ محمد رسول اللہ اور اس کا ماحاصل۔

لیکن جب ہم میدان عمل میں آتے ہیں تو ہماری شکل ہندوؤں کی طرح ہے' لباس نصاریٰ کی طرح' لین دین یہود کی طرح' کھانا پینا مشرکین کی طرح' رسول مشرکانہ یعنی ہم اپنے آپ کو پورے غیر اسلامی معاشرہ میں ڈھال لیتے ہیں ہمارا یہ ڈھلنا ہی کلمے کی تردید کے لئے کافی ہے۔

فرمایا۔ جس طرح علم ظاہر کے لئے مختلف طریقے اپنائے گئے' مختلف علوم ایجاد ہوئے مگر یہ سب ذرائع اور وسائل ہیں جو اللہ کی کتاب سمجھنے کے لئے' حدیث پاک سمجھنے کے لئے ہیں۔ تصوف میں جسے فنافی الرسول کا نام دیا گیا ہمارے سلسلہ میں یہ کوشش کی جاتی ہے کہ طالب کو اس مقام تک ضرور لے جایا جائے مگر نصیب تو اللہ کی عطا سے ہی ہوتا ہے۔ اگر ہو جائے تو بحمد اللہ بارگاہ نبوت سے ذلی تعلق نصیب ہو جاتا ہے۔ جو حاصل حیات ہے اور یہ بھی اللہ کا شکر ہے کہ اس وقت روئے زمین پر ہزاروں لوگ ایسے ہیں جو سلسلہ عالیہ کی نسبت سے اس مقام عالی سے مشرف ہیں۔

عملی زندگی میں اسلام

ہم کیسے مسلمان ہیں؟ جو سجدے بھی کرتے ہیں' تلاوت بھی کرتے ہیں' روزے بھی رکھتے ہیں' حج بھی کرتے ہیں' زکوۃ بھی دیتے ہیں' لیکن معیشت کا فرانہ ہے۔ سیاست غیر اسلامی ہے۔ عدلیہ کے قوانین غیر اسلامی ہے۔ شہادت کا قانون غیر اسلامی ہے۔ زندگی کا کوئی بھی ضابطہ اسلام کے مطابق نہیں ہے۔ ہم نے عملی زندگی سے اسلام کو سیاسیات سے' عدالتوں سے' تعلیم سے الگ کر دیا۔ کیسی عجیب بات ہے کہ ہم نے صرف اسلام کو محض چند عبادات کا مجموعہ سمجھ لیا ہے حالانکہ عبادت کی حیثیت اسلام میں صرف اتنی ہے کہ وہ بندے میں دین پر عمل کرنے کی استعداد پیدا کرتی ہے۔

خطاب مولانا اکرم اعوان مدظلہ العالی
دارالعرفان' چکوال 4-04-03

بسم اللہ الرحمن الرّحیمo

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَھَاجَرُوۡ وَجَاھَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ بِاَمۡوَالِھِمۡ وَ اَنۡفُسِھِمۡ. اَعۡظَمُ دَرَجَۃً عِنۡدَاللّٰہِ ط وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفَآئِزُوۡنَo یُبَشِّرُ ھُمۡ رَبُّھُمۡ بِرَحۡمَۃٍ مِّنۡہُ وَرِضۡوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّھُمۡ فِیۡھَا نَعِیۡمٌ مُّقِیۡمٌo خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَا اَبَدًاط اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌo یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡٓا اٰبَآءَکُمۡ وَاِخۡوَانَکُمۡ اَوۡلِیَآءَ اِنِ اسۡتَحَبُّوا الۡکُفۡرَ عَلَی الۡاِیۡمَانِ ط وَمَنۡ یَّتَوَلَّھُمۡ مِّنۡکُمۡ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوۡنَo

کائنات اللہ جل شانہٗ کے دستِ قدرت میں ہے۔ اور مُلک اُس کے ہیں۔ جسے چاہتا ہے۔ عطا کرتا ہے۔ جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ کسی کو عزت دے یا ذلت' اُس کا اپنا ایک قانون اور ایک انداز ہے۔ ہم سب اِس بات پہ بڑے رنجیدہ بھی ہیں' فریاد کناں بھی ہیں۔ دعا بھی کرتے ہیں کہ اللہ کریم مسلمانوں کی حالت زار پہ رحم فرمائے کیونکہ کفر بھوکے بھیڑے کی طرح روئے زمین پر مسلمانوں پر ہر جگہ ٹوٹ پڑا ہے۔ لیکن ہماری دعائیں' ہمارا درد' ہمارا دُکھ' ہمارے ارادے بار آور کیوں نہیں ہوتے۔ ہم نے کبھی یہ سوچنے کا تکلف کیا ہے کہ اتنی مخلوق خُدا روئے زمین پر گڑ گڑا کر رو رو کر مسلمانوں کی حالت زار کے لئے اللہ کریم سے مدد کی اپیل کرتی ہے۔ یہ ساری دعائیں آخر کہاں جاتی ہیں؟ بے شک دنیا عالم اسباب ہے اور ہر کام کیلئے کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہے لیکن یہ بھی درست ہے کہ تمام اسباب میں دعا سب سے بڑا سبب بن جاتی ہے اگر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اکیلے میں کافر طاقت آگ میں پھینکتی ہے تو جلتے ہوئے درخت سر سبز ہو جاتے ہیں آگ بجائے جلانے کے آرام دہ فضا میں تبدیل ہو جاتی ہے تو وہاں تو ان کے علاوہ کوئی دعا کرنے والا بھی نہیں تھا جتنے لوگ جمع تھے وہ تو تماشہ دیکھنے والے تھے جلانے کے لئے جمع تھے تو ایسا کیوں ہوا؟ یہ واقعہ کی تفصیل میں مفسرین کرام نے جو احادیث نقل فرمائی ہیں ان میں یہاں تک ملتا ہے کہ جبرائیل امین تمام فرشتوں کی طرف سے بارگاہ الوہیت میں عرض گزار ہوئے کہ یا اللہ تیرے خلیل کو جو اس وقت اکیلے ہیں اور ایک طاقت جو اپنے خدا ہونے کی دعویدار ہے۔ مخلوق ہونے کے باوجود اپنی خُدائی کا دعویٰ کیے بیٹھی ہے تو آگ میں پھینکنے کو تیار ہے اور میلوں تک آگ کا لاوا جلایا گیا ہے تو ہمیں اجازت دی جائے فرشتوں کو اجازت دی جائے کہ ہم ان کی مدد کو حاضر ہوں اور انہیں اس سے بچائیں اللہ کریم نے فرمایا۔ کہ اس کے لئے ان سے اجازت لے لو۔ ابراہیمؑ ہی سے پوچھ لو اگر وہ حکم دیں تو ضرور مدد کرو۔ تو ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری بات عرض گزاری تو انہوں نے فرمایا کہ جبرائیل امین رب کریم کیا خود دیکھ رہا ہے؟ فرمایا جی دیکھ رہا ہے۔ ہر چیز پہ قادر ہے۔ فرمایا پھر تمہاری کیا ضرورت ہے؟ آگ بھی اسکی مخلوق ہے میں بھی اسکا بندہ ہوں۔ اور وہ خود سب کچھ دیکھ رہا ہے پھر کسی تیسرے کی مداخلت کی کیا ضرورت ہے؟ کہ یہ سبب تھا کہ وہ کلی طور پر متوجہ الی اللہ تھے۔ جینا' مرنا' نفع' نقصان' سب کچھ اللہ کے سپرد تھا۔ آگ بھی گلزار ہوگئی۔

آج ہم دعائیں تو کرتے ہیں لیکن دنیا میں مسلمانوں کی چھپن ریاستوں میں کہیں اسلام

کا عمل دخل نہیں۔ قرآن کریم پڑھا جاتا ہے لیکن اس پر عمل مفقود ہے۔ نمازیں ادا ہوتی ہیں لیکن وہ اپنا اثر پیدا نہیں کرتیں۔ قرآن کریم نے نماز کے بارے ارشاد فرمایا۔ اِنَّ الصلٰوۃ تنھیٰ عن الفحشاءِ والمنکر. اللہ کی عبادت بے حیائی سے اور بُرائی سے روک دیتی ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ مساجد بھر جاتی ہیں۔ بے شمار لوگ نماز ادا کرتے ہیں لیکن کیا ہماری نمازیں ہمارے کردار کی اصلاح کر رہی ہیں؟ کیا ہم عبادت کرنے کے بعد بے حیائی اور بُرائی سے باز آجاتے ہیں یعنی جو فوری نتیجہ حاصل ہونا چاہئے تھا۔ دعا تو ایک پھل ہے درخت کا تنا پہلے ہوتا ہے پھر اسکی شاخیں اور اسکے ڈال ہوتے ہیں پھر اسکے ساتھ چھوٹی شاخیں ہوتی ہیں ان پہ پتے لگتے ہیں، پھول آتے ہیں، اسکے بعد پھل لگتا ہے تو دعا جو ہے یہ عبادت کا پھل ہے حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا۔ الدعاء مخ العبادۃ دعا عبادت کا حاصل ہے۔ دعا مغز ہے۔ پھل تو بہت بعد میں آتا ہے پہلے درخت کا تنا بنتا ہے اس کے ساتھ ڈال بنتے ہیں۔ پھر اسکے ساتھ شاخیں بنتی ہیں۔ پھر پتے اور پھر پھول آتے ہیں۔ تو پہلا جو اثر ہے کہ بندہ سربسجود ہو۔ وہ مسجد سے باہر جائے تو وہ بندہ بدلا ہوا ہو۔ کہ مسجد میں آنے سے پہلے کچھ اور تھا۔ مسجد سے نکلا تو کوئی اور آدمی ہے پہلے سے بہتر بات سچی کرتا ہے۔ اسکا کردار اجلا ہو گیا ہے۔ وہ شفاف ہو گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے پانچ نمازوں کی جو مثال دی تو فرمایا کہ ان کی مثال ایسے ہے جیسے کہ کسی کے گھر کے سامنے کوئی نہر ہو اور وہ دن میں پانچ مرتبہ اس نہر میں غسل کرے۔ تو کیا اس کے جسم پر کہیں کوئی میل کا کوئی اثر رہ جائے گا؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ نہیں، فرمایا اس طرح پانچ وقت کی عبادت جو ہے وہ باطن کو اجلا کر دیتی ہے۔ صاف کر دیتی ہے۔ شفاف کر دیتی ہے۔

اتنی مخلوق خدا روئے زمین پر گڑ گڑا کر رو رو کر مسلمانوں کی حالت زار کے لئے اللہ کریم سے مدد کی اپیل کرتی ہے۔ یہ ساری دعائیں آخر کہاں جاتی ہیں؟

حج ایک ایسی عبادت ہے کہ جوان لوگوں پر جو صاحب حیثیت ہوں۔ آنے جانے کے وسائل جن کے پاس ہوں اُن پر بھی زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ علاج معالجے کے پہلو میں ایک دوائی جسے زندگی بچانے کی دوا کا نام دیا جاتا ہے۔ لائف سیونگ ڈرگ Life Saving آخری علاج ہوتا ہے۔ کہ وہ بندے کو صحت کی طرف لا سکے اگر وہ بھی ناکام ہو جائے۔ تو وہ بندہ لاعلاج ہو جاتا ہے۔ وہ آخری دوا ہوتی ہے حج اللہ کریم نے وہ آخری دوا رکھی ہے کہ ایک دفعہ جس کو نصیب ہو جائے اسے دوبارہ حج کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ حج کرنے والا حج سے فارغ ہو کر گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے وہ آج دنیا میں پیدا ہوا ہو۔ اور توبہ کی قبولیت اور گناہوں سے پاک ہونے کا اندازہ زندگی میں کیسے لگایا جا سکتا ہے بڑا آسان سا میزان ہے کہ اللہ کریم جس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں یا جس کے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ اسے گناہوں سے نفرت ہو جاتی ہے اور نیکی سے رغبت ہو جاتی ہے۔ اُسکی زندگی بدل جاتی ہے۔ وہ بھلائی کی طرف چل پڑتا ہے اور بُرائی سے اجتناب کرتا ہے۔ اور اگر خدانخواستہ بتقاضائے بشری کہیں کوئی غلطی ہو جائے تو اس پر پہروں روتا ہے۔ پھر توبہ کرتا ہے۔ اللہ کے حضور، فرشتہ تو نہیں بنتا انسان رہتا ہے۔ لیکن اُس میں نیکی کی محبت غالب آجاتی ہے اور بُرائی سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ یوں کہنے کو تو حاجیوں کی غالباً پچیس لاکھ تعداد بتائی گئی۔ نصف کروڑ بنتا ہے۔ لیکن کیا ہمارے پاس کوئی مثال ہے؟ کہ کتنے لوگ حج سے واپس آکر بدل گئے۔ مختلف انسان بن گئے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے غصے کا علاج دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ بات پہ سخت غصہ آئے۔ تو وضو کر لیا کرو۔ تو صرف وضو کرنے سے طبیعت میں سکون اور ٹھہراؤ آجائے گا اور جو ایک حیوانیت اُس پہ غالب آ رہی ہے وہ دور ہو جائے گی۔ یہاں ہمارا عالم یہ ہے کہ ہم نمازیں ادا کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے کردار پہ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم حج کرتے ہیں ہمارے کردار پہ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور ہم عملی زندگی میں مسلمانوں کی عملی زندگی اس وقت یہ ثابت کر رہی

ہے کہ شاید خدانخواستہ اسلام اس عہد میں قابل عمل ہی نہیں اور یہ دلیل کفار دیتے ہیں کہ اگر قابل عمل ہے۔ تو مسلمان اپناتے کیوں نہیں؟ کہ دنیا میں اتنی مسلمان حکومتیں ہیں اور اسلام کسی بھی جگہ' کسی بھی ملک کا قانون یا ضابطہ نہیں ہے۔ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ جب ہم نے عملی زندگی میں اپنے سیاسیات میں' اپنی عدلیہ میں' اپنی معاشیات میں' اپنی اقتدار میں' اخلاقیات میں' کفر کی گود میں پناہ لی تو یقیناً اس پر وہی نتیجہ برآمد ہوگا ایک آدمی اگر کوئی صاف ستھرے پھل کھانے کی بجائے زہریلے پھل کھانے لگے۔ صحت دینے والے پھلوں کی بجائے ایسے پھل کھانا شروع کردے جو بیمار کرتے ہیں۔ تو جو اس کی صحت کا جو حشر ہونا چاہئے۔ جو اُس پر نتیجہ مرتب ہونا چاہئے۔ کفر کی گود میں پناہ لینے کا یہ پھل ہے کہ روئے زمین پر زندگی کے وسائل کا میرے اندازے کے مطابق اسی فیصد مسلمانوں کے پاس ہے اور مغرب کے اہل دانش جو اندازہ لگاتے ہیں۔ وہ سنتالیس فیصد بتاتے ہیں۔ اس میں ان کی وہ دلچسپی بھی شامل ہے کہ وہ مسلمانوں کو یہ نہیں بتانا چاہتے کہ زندگی کے سارے وسائل تو اللہ نے تمہارے قبضے میں دے رکھے ہیں۔ آپ دیکھیں زرخیز زمینیں مسلمانوں کے قبضے میں ہیں۔ خوبصورت پہاڑی علاقے' پھل دار جگہیں' مسلمانوں کے قبضے میں ہیں جہاں زیادہ جانور یا زیادہ گوشت اور کھال پائی جاتی ہے مسلمانوں کے قبضے میں ہیں۔ زیادہ بندرگاہیں گرم پانیوں کی مسلمانوں کے قبضے میں ہیں۔ تیل کے ذخیرے زیادہ مسلمانوں کے قبضے میں ہیں۔ معدنیات کوئلے سے لیکر سونے اور ہیرے جواہرات تک زیادہ علاقے مسلمانوں کے قبضے میں ہیں۔ زندگی کے سارے وسائل مسلمانوں کے پاس ہیں اور مسلمان کافروں کی خیرات پہ گزارا کررہے ہیں اُن وسائل پہ غیر ملکی کمپنیاں قابض ہیں اور جو ان سے بچتا ہے وہ بطور خیرات مسلمانوں کو دے رہے ہیں اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا

بے شمار لوگ نماز ادا کرتے ہیں لیکن کیا ہماری نمازیں ہمارے کردار کی اصلاح کر رہی ہیں؟ کیا ہم عبادت کرنے کے بعد بے حیائی اور برائی سے باز آجاتے ہیں۔

بِاَنْفُسِہِمْ ٥ قانون فطرت ہے کہ جب تک کوئی قوم اپنے آپ میں تبدیلی نہیں لاتی' اپنے آپ کو تبدیل نہیں کرتی اللہ کریم اسکے حالات تبدیل نہیں فرماتا۔ اب یہ کیسے ممکن ہے؟ کہ عملاً ہم کفر کا ساتھ دیں اور دعویٰ مسلمانی کا کریں۔ تو نتیجہ دعوے پر برآمد نہیں ہوگا عمل پر برآمد ہوگا۔ ایک آدمی زہر کھاتا ہے اور لمبی زندگی کی دعا کرتا ہے تو اسے نصیب تو موت ہوگی۔ چونکہ اسکا عمل اسے موت کی طرف لے جارہا ہے۔ وہ نہ کھارہا ہے۔ نتیجہ اس کے عمل پر مرتب ہوگا۔ اسکی بات پر مرتب نہیں ہوگا۔ کہ زہر کھانے سے زندگی لمبی ہو جائے۔ فطرت کے اپنے قوانین ہیں اور ہماری باتوں سے وہ بدلے نہیں جاسکتے قرآن حکیم نے بڑا سیدھا سادا راستہ ارشاد فرمایا۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ ٥ مسلمان کی تعریف کیا ہے؟ وہ لوگ جنہیں نور ایمان نصیب ہوتا ہے ھَاجَرُوْا مہاجر ہوجاتے ہیں۔ اگرچہ ہجرت سے مراد نقل وطن ہے۔ جو صحابہ کبار نے مکہ مکرمہ سے فرمائی لیکن ہجرت سے مراد صرف زمینی ہجرت نہیں ہے۔ کردار کی ہجرت بھی ہے۔ کہ پہلے وہ جس جگہ کھڑا تھا پہلے جو اسکا کردار تھا پہلے جس طرح اسکا عمل تھا پہلے جس طرح اسکی سوچ تھی وہ بدل جاتی ہے وہ اس سے نکل جاتا ہے اور پھر اس کی ساری کوشش اول و آخر اللہ کی راہ کے لئے ہوتی ہے۔ جاھدو فی سبیل اللہ۔ اس کا ہر ہر عمل اللہ کی راہ میں جہاد بن جاتا ہے۔ کہ وہ اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون کیلئے سرگرم عمل ہو جاتا ہے۔ اللہ کی زمین پر اللہ کی مخلوق کیلئے انصاف کا طالب ہوتا ہے اور اپنے مال سے' اپنی جان سے' بھرپور کوشش کرتا ہے کہ زمین پر امن ہو' عدل ہو' انصاف ہو' اور اللہ کا بنایا ہوا قانون ہی انصاف مہیا کرسکتا ہے۔

یاد رکھیں! اگر دو ضابطے الگ الگ بنائے جائیں اور کہا جائے کہ یہ دونوں انصاف دیتے ہیں۔ تو کوئی بھی صاحب عقل اس بات کو قبول نہیں کرے گا کہ جب دو طریقے الگ ہیں ضابطے الگ ہیں' ان کی بنیاد الگ ہے' ان کے نتائج الگ ہیں ان کے طریقے کار الگ ہیں۔ تو

دونوں انصاف کس طرح دے سکتے ہیں۔ دو میں سے ایک انصاف دینے والا ہوگا اور دوسرا غلط ہوگا۔ اب جبکہ اللہ نے ہمیں نورِ ایمان بخشا ہے۔ اپنے معاملات میں ہم اسلام کو نہیں لاتے اور کفر کی تقلید میں کافروں کے بنائے ہوئے ضابطے لاتے ہیں۔ زبان سے نہ سہی کیا ہمارے عمل سے اسلام کا انکار نہیں نکلتا۔ یہ ہم کیسے مسلمان ہیں' جو سجدے بھی کرتے ہیں' تلاوت بھی کرتے ہیں' روزے بھی رکھتے ہیں' حج بھی کرتے ہیں' زکوۃ بھی دیتے ہیں' لیکن معیشت کافرانہ ہے۔ سیاست غیر اسلامی ہے۔ عدلیہ کے قوانین جزا اور سزا غیر اسلامی ہے۔ شہادت کا قانون غیر اسلامی ہے زندگی کا کوئی بھی ضابطہ اسلام کے مطابق نہیں ہے تو کیا ہم نے صرف اسلام کو محض چند عبادات کا مجموعہ سمجھ لیا ہے حالانکہ عبادت کی حیثیت اسلام میں صرف اتنی ہے کہ وہ بندے میں دین پر عمل کرنے کی استعداد پیدا کرتی ہے۔ جیسے میں عرض کر چکا کہ اِنَّ الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر. ایک ایسا جذبہ پیدا کرتی ہے کہ بندہ برائی سے اور بے حیائی سے باز آ جاتا ہے۔ اور نیکی پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ یعنی عبادت باطن کو صاف کرتی ہے۔ دل کو صاف کرتی ہے۔ ضمیر کو صاف کرتی ہے۔ اور انسان جو دن میں پانچ مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر دنیا سے اپنے آپ کو منقطع کر کے اللہ کے حضور کھڑے ہو کر اپنی گزارشات پیش کرتا ہے' رکوع اور سجود کرتا ہے اور عہد کرتا ہے۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نستعین o کہ ہم سب صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے مدد کے طلب گار ہیں۔ یہ سارے وعدے صرف جائے نماز تک رہ جاتے ہیں۔ تو جب جائے نماز سے اترتا ہے۔ تو بندہ وہ ساری بات بھول چکا ہوتا ہے۔ اگر اللہ کے اس وعدے پر بندہ قائم رہے۔ تو اپنا جو وعدہ اس نے رب العالمین سے کیا ہے۔ اس پر رہے تو فرمایا۔ اَعۡظَمُ درجۃً عِندَ اللّٰہ و اولٰئِکَ ھُم الفائزُون ایسے ہی لوگ فاتح بھی ہیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ حج کرنے والا' حج سے فارغ ہو کر گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے وہ آج دنیا میں پیدا ہوا ہو۔

مراد کو پانے والے بھی ہیں۔ کامیاب ہونے والے بھی یہی لوگ ہیں۔ نہ صرف دنیا میں کامیاب بلکہ یُبَشِّرُھُمۡ رَبُّھُمۡ برحمته منهُ و رضوان وجنت لَّھُم فیھا نعیمٌ مُّقیمٌ o خٰلِدینَ فیھا اَبَداً. اِنَّ اللّٰہَ عِندَہٗ اَجرٌ عَظیمٌ o .

فرمایا نہ صرف دنیا میں کامیاب' بلکہ اللہ انہیں بشارت دیتے ہیں کہ وہ اللہ کی رحمت کے مستحق ہونگے۔ اللہ کی جنت ان کے لئے ہوگی۔ اس میں بے حساب نعمتیں ہیں اور اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور اسکے علاوہ اس سے بھی بڑے انعام اللہ کے پاس موجود ہیں۔ لیکن فرمایا ایک بات یاد رکھو۔ یٰاَیُّھا الذین امنُوا لا تتخذوا اٰبَاءَ کم واخوانکم اِن اسۡتَحبوا الکفر علی الایمان o

اے ایمان والو! اگر تمہارے رب یا تمہارے بھائی بھی ایمان پر کفر سے محبت رکھتے ہوں۔ ایمان کے مقابلے میں تو ان سے کوئی تعلق نہ رکھو۔ دنیا میں سب سے پہلا رشتہ باپ کا ہوتا ہے کہ جب کوئی ہوش سنبھالتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ روئے زمین پر بہترین انسان میرا باپ ہے اور سب سے زیادہ اُسی سے محبت کی امید رکھتا ہے۔ اور اس کے بعد دوسرا رشتہ بھائی کا ہوتا ہے جس پہ بندہ سب سے بڑھ کر اعتماد کرتا ہے۔ باقی سارے رشتے اس کے بعد آتے ہیں کہ ان دونوں کو بنیاد بنایا کہ اگر سگا باپ بھی ہو' سگا بھائی بھی ہو لیکن۔ اِن استحبوا الکفر علی الایمان. اگر وہ پر کفر کو ترجیح دیں تو تم اس کے ساتھ دوستی نہ رکھو وَمن یَّتَوَلَّھُم مِّنکُم فَاُولٰئِکَ ھُمُ الظٰلِمُوۡن o اور تم میں سے جو ایسوں کے ساتھ دوستی رکھے گا۔ اللہ کے نزدیک وہ ظلم کرنے والا ہے۔ اب آپ اس اصول پر غور فرمائیے اور دیکھئے کہ قرآن حکیم نے کتنی شدت سے کافر کی دوستی پہ منع فرمایا۔ جب علمائے حق بحث کرتے ہیں۔ تو وہ فرماتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا بھر کے کافروں سے ہم لڑائی مول لے رہے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ کافر سے خرید و فروخت' میل ملاقات اس حد تک جائز ہے جس حد تک وہ اسلام پر عمل کو متاثر نہ

کرے۔ سادہ سا اصول ہے کہ کسی بھی کافر کے ساتھ ایسی دوستی جو اسلام پر عمل کرنے کو متاثر کرے وہ حرام ہے۔ اور اس حد تک دوستی بحیثیت انسان جہاں اسلامی قواعد وضوابط متاثر نہ ہوتے ہوں۔ وہ دوست ہے اگر کافر بھی بیمار ہے اسکا علاج کرے۔ وہ بھوکا پیاسا ہے اسکی مدد کرے۔ ضرورت مند ہے مدد کرے۔ انصاف کا خواستگار ہے اسے انصاف ملنا چاہئے۔ لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ کافر سے اتنا تعلق ہو کہ اس کے اسلامی اصول تبدیل نہ ہونا شروع ہو جاتیں۔ انفرادی طور پر تو اللہ کے شاید بے شمار بندے ہوں جو اس تعلق کو پسند نہیں کرتے۔ لیکن قومی سطح پر، سیاسی سطح پر، سرکاری سطح پر کوئی ایک حکومت نمونہ کے طور پر بتائی جا سکتی ہے۔ جس نے کافرانہ معیشت اختیار نہ کی ہو۔ جسکا نظام سودی نہ ہو، پورے عالم اسلام میں۔ بے شمار لوگوں کے سینے درد سے بھر گئے ہیں۔ بے شمار دل دکھ سے تڑپ رہے ہیں اور بے شمار لبوں پہ دعائیں ہیں، بے شمار ہاتھ اٹھے ہوئے ہیں لیکن ہمیں یہ بھولنا نہیں چاہئے کہ دعا کا بھی قرینہ ہے، طریقہ ہے، سلیقہ ہے اور اللہ کریم نے ارشاد فرمایا۔ اِذا سالکَ عِبادی انی فانی قریب۔

اے میرے حبیب ﷺ جب میرا کوئی بندہ میرے بارے آپ سے پوچھے تو اسے بتا دیجئے کہ میں اس کے سب سے قریب، اس کی اپنی ذات سے بھی زیادہ اُسکے قریب ہوں۔ وہ اپنے قریب خود بھی اتنا نہیں، جتنا میں اس کے قریب ہوں۔ وہ اپنے آپ کو اس طرح نہیں جانتا جس طرح میں اسکو جانتا ہوں۔ جس طرح اسکے وجود کا ایک ایک ذرہ میرے دست قدرت میں ہے اور جس طرح میں وہاں موجود ہوں اس طرح وہ خود بھی موجود نہیں دوسری بات یہ بھی فرما دیجئے۔ اُجیب الدعوۃ الداع اِذا دعان جب بھی کوئی میری بارگاہ سے مانگتا ہے، دعا کرتا ہے۔ تو پھر میں مانگنے

مسلمانوں کی عملی زندگی اس وقت یہ ثابت کر رہی ہے کہ شاید خدانخواستہ اسلام اس عہد میں قابل عمل ہی نہیں اور یہ دلیل کفار دیتے ہیں۔

والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔ تو جو ہم دعائیں مانگ رہے ہیں وہ کہاں جا رہی ہیں؟ اُس کے آگے فرمایا قبولیت دعا کا ایک چھوٹا سا ضابطہ اور بھی ہے فلیستجیبولی تم بھی تو میری بات قبول کرو۔ اگر تم مخلوق ہو کر، عاجز ہو کر محتاج ہو کر، میری بات نہیں مانتے تو اپنی منوانے کی فکر میں کیوں پڑے ہوئے ہو۔ تمہاری بات کی حیثیت کیا ہے؟ ولیومنوا بی مجھ پر ایمان لاؤ۔ فلیستجیبولی میری بات بھی مانو۔ اسلام اصل میں تو طریق حیات کا نام ہے اسلام محض عقیدے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ آئمہ کرام نے جس میں چوٹی کے آئمہ تفسیر، آئمہ حدیث، آئمہ فقہ شامل ہیں یہ فرمایا کہ عمل ہی ایمان ہے اور امام بخاریؒ تو اس پہ پورے زور سے اصرار کرتے ہیں کہ ایمان دعویٰ کا نام نہیں ہے ایمان عمل کا نام ہے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ کسی کا یہ کہنا کہ میں ایمان قبول کرتا ہوں۔ آخر یہ بھی تو ایک عمل ہے۔ اسے مومن مانا جائے۔ لیکن اس بات سے وہ بھی انکار نہیں فرماتے کہ ایمان عمل کا نام ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو دعویٰ کرتا ہے کہ میں ایمان لایا تو یہ دعویٰ بھی ایک عمل ہے لیکن ہر دعویٰ اپنے گواہوں کے ساتھ سچا یا جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ اگر اس کے گواہ جھوٹے ہوں تو دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ دعویٰ ہے کہ میں ایمان لایا اب گواہ ہے کہ جو چیز اللہ نے حرام کی میں اسے حرام سمجھتا ہوں۔ جو چیز اللہ نے حلال کی میں اسے حلال مانتا ہوں۔ حلال کھاتا ہوں حرام سے اجتناب کرتا ہوں۔ جو قانون اللہ نے بنایا ہے اس پر عمل کرتا ہوں اور اللہ نے جہاں سے روک دیا ہے۔ وہاں سے رک جاتا ہوں۔ یہ ہمارا کردار اس دعوے کا گواہ ہے ہم بحیثیت قوم حکمرانوں سے لیکر عام آدمی تک اپنے گواہوں کو دیکھیں، کیا ہمارے گواہ بھی ہمارے دعویٰ کی تائید کرتے ہیں؟ اور اگر سارے گواہ ہی تائید نہیں کرتے تو اُس دعویٰ کی حیثیت کیا رہ جائے گی؟۔ میری ذاتی رائے میں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے نعرے، ہماری ریلیاں، ہمارے جلسے تباہ حال مسلمانوں کی اتنی مدد نہیں کر سکتے جتنی ہم توبہ کر لیں تو شاید ان کی زیادہ مدد ہو جائے۔ یہ ہمارا کردار ہے۔ میرا اور آپکا عمل ہے۔

انفرادی سطح سے لیکر قومی سطح تک جو ہمارا کردار قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ یہ وہ کردار ہے جس پر پھل لگ رہا ہے۔ جس میں بے شمار معصوم جانیں ضائع ہو رہی ہیں، بے شمار عزتیں لٹ رہی ہیں، بے شمار خواتین، بچے، بوڑھے، بے شمار جوان لقمہ اجل بن رہے ہیں۔

میری ذاتی رائے میں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں سب سے پہلے پورے خلوص سے توبہ کرنی چاہئے کہ اے اللہ جو غلطیاں ہم سے ہوئی ہیں جو قصور ہم سے ہوئے ہیں ان سے درگزر فرما۔ ہم تجھ سے عہد کرتے ہیں۔ کہ ہم تیرے بتائے ہوئے راستے اور تیرے نبی ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر پورے خلوص سے عمل کریں گے۔ اگر حکومتی نظام تبدیل نہیں ہوتا نہ ہو۔ ہم اپنی ذات کو تو تبدیل کر سکتے ہیں ہم اپنے آپ کو تو تبدیل کریں کیا پتہ وہ کریم کسی ایک ایسے بندے کی پرخلوص توبہ قبول فرما کر سارے مسلمانوں پر سے آزمائش دور فرما دے۔ اور کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو الحمدللہ پوری قوت سے کافروں کے مقابلے میں جمے ہوئے ہیں۔ پوری طاقت سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ پروپیگنڈہ کفر کا زیادہ ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ آدھے کٹے ہوئے دھڑ کے ساتھ معصوم بچے جو ہسپتالوں میں پڑے ہیں۔ اگر ان پر بھی کوئی کیمرہ لگائے تو وہ فتح کا نشان بناتے ہیں۔ ایک جذبہ اعتماد علی اللہ کا جو عام آدمی میں ہے۔ ایک قوت اللہ پر بھروسے کی اور جہاد کی جو کفر کے اس دباؤ نے پیدا کر دی ہے۔

اللہ کرے وہ عام ہو پورے عالم اسلام میں پھیلے اور ہر مسلمان ایک مجاہد، ایک غازی، بن کر کھڑا ہو جائے کفر کا یہ عفریت کہیں رکنے کا نام نہیں لے گا۔ میں بارہا عرض کر چکا ہوں اور امریکہ کے افغانستان پر حملے کے وقت بھی میں نے عرض کیا تھا۔ کہ خود امریکی صدر نے اعتراف کیا ہے کہ یہ جو چھوٹی سی افغانستان میں ریاست بن گئی تھی۔ یہ تو دنیا سے ہماری تہذیب کو ختم کر

زندگی کے سارے وسائل مسلمانوں کے پاس ہیں اور مسلمان کافروں کی خیرات پہ گزارا کر رہے ہیں ان وسائل پہ غیر ملکی کمپنیاں قابض ہیں۔

دینے والی تھی۔ انہوں نے جو تہذیب اپنائی تھی۔ جو ضابطے اپنائے تھے۔ جو قوانین اپنائے تھے۔ جو طرز حکومت اپنایا تھا۔ وہ اتنا ہمارے طرز حکومت، ہمارے قوانین، ہمارے معاشی نظام سے، اس طرح متصادم تھا، اور اتنا مضبوط تھا کہ اگر یہ حکومت قائم رہتی تو پھر ہماری تہذیب کے لئے روئے زمین پر خطرہ بن جاتا۔ اس کے انگریزی کے الفاظ میں نے کئی دفعہ دہرائے ہیں کہ

They were going to finish our culture around the Glob.

یہ ہمارے جو اصول ہیں۔ جسے ہم تہذیب کہتے ہیں۔ اسے روئے زمین سے ختم کر دینے والے تھے اس لئے کہ دو چیزیں ہیں روشنی اور تاریکی، آگ اور پانی، نور اور ظلمت، اسلام اور کفر بیک وقت ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔ چھوٹی سی ریاست اللہ کے نام پر بنی تھی جس میں خلافت کا احیاء کیا گیا۔ جس کے سارے ضابطے قرآن وسنت کے مطابق تھے۔ مجھے ہمارے پاکستان کے ایک سفارتکار نے بتایا کہ ہرات کے گورنر سے ملاقات کے وقت میں بیٹھا تھا۔ اس کے پاس ایک آدمی آیا۔ اُن کے گورنر، حکمران یا وزراء ہماری طرح نہیں تھے۔ عام آدمی تھے عام لباس میں ہوتے تھے۔ ہر کوئی مل سکتا تھا۔ تو وہ آدمی گورنر کا کلاس فیلو تھا۔ مدرسے میں ہم مکتب تھا۔ قہوہ منگوایا گیا۔ گورنر نے اس سے پوچھا کس لئے آئے ہو؟ اُس نے بتایا کہ فلاں آدمی کو عدالت نے سزائے موت دی ہے اور اسکی اپیل آپ کے پاس آئی ہے۔ تو میں اس کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ اس کے ساتھ اگر کچھ نرمی ہو سکے تو گورنر نے کہا یہ معمولی بات ہے بیٹھو قہوہ پیئو یہ کون سی ایسی بڑی بات ہے۔ جس کے لئے تم میرے پاس آئے ہو۔ جب قہوہ پی چکے تو گورنر نے اپنے دفتری کو حکم دیا ان کی فائل لے کر آؤ اور قرآن حکیم بھی لے آؤ۔ وہ فائل بھی لے آیا اور اللہ کی کتاب بھی لے آیا۔ تو گورنر نے کہا کہ دیکھو میرے بھائی مجھے تم سے یہ امید نہیں ہے کہ تم مجھے اس کتاب کے خلاف کام کرنے کی

رائے دو گے۔ یہ اس بندے کی فائل ہے۔ شہادتیں ہیں اور یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اس کے مطابق تم دیکھ لو اسکا فیصلہ کیا ہونا چاہئے؟ اس نے کہا جی قرآن کے مطابق تو اسکا فیصلہ پہلے ہو چکا ہے۔ تو اس نے کہا کہ مجھ سے یہ امید نہ رکھو کہ میں قرآن کے خلاف کروں گا۔ اس کے لئے تمہیں میرے پاس آنا نہیں چاہئے تھا۔ یہ وہ جذبہ ہے' یہ وہ بات ہے' اور انشاء اللہ اسے امریکہ یا دنیا کی کوئی طاقت ختم نہیں کرسکتی۔ نہ کر سکی ہے اور نہ کر سکے گی۔ افغانستان کو فتح کے دعوؤں کے باوجود ابھی تک وہاں مر رہے ہیں۔ ذلیل ہو رہے ہیں۔ مریں گے انشاء اللہ اور اسلامی ریاست پھر سے بنے گی۔ شکست کفر کی قسمت میں ہے۔ عراق میں بھی ابھی تک دعویٰ کر رہے ہیں۔ جنگ ابھی تک پورے جوش سے شروع ہی نہیں ہوئی۔ کیونکہ عراقیوں نے بہت خوبصورت انداز اپنایا ہے۔ انہوں نے صحرا میں یا باہر نکل کر لڑنے کے بجائے شہروں میں لڑنے کو ترجیح دی ہے۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ باہر کھلی فضاء میں یہ صرف بم مارتے تھے۔ توپ خانہ اور ٹینک استعمال کرتے تھے۔ شہروں کے اندر گلیوں میں ٹینک گھس نہیں سکتے۔ اب انہیں خود جانا پڑتا ہے جہاں جس گلی میں آنکھ ڈالتے ہیں۔ آگے سے گولی استقبال کرتی ہے اور موت استقبال کرتی ہے۔ وہ چلا رہے تھے کہ بہت زیادہ ہمیں وہاں سے مدافعت آرہی ہے اور بڑی سخت مدافعت ہو رہی ہے۔ پوری قوت سے ہمیں وہ آگے سے روک رہے ہیں اللہ ان کی مدد فرمائے اور کتنی جنگیں ہوں اور کتنا فساد پھیلے اور کہاں تک جائے انشاء اللہ غلبہ حق کا ہوگا اسلام پھر سے انشاء اللہ روئے زمین پر سرخرو ہوگا اور اللہ کے بندوں کو جنت کا راستہ دکھائے گا اللہ کے عذاب سے بچائے گا یہ الگ بات ہے کہ ہم اتنے اسلام کے ساتھ نہیں ہیں۔ جتنا ہمیں ہونا چاہئے تھا قرآن نے اسلام کو ایک حفاظتی قلعہ قرار دیا فرمایا اُدْخُلُوْ فِی السِّلْمِ

ہجرت سے مراد صرف زمینی ہجرت نہیں ہے۔ کردار کی ہجرت بھی ہے کہ پہلے وہ جس جگہ کھڑا تھا پہلے وہ جو اُسکا کردار تھا پہلے جس طرح اسکا عمل تھا پہلے جس طرح اسکی سوچ تھی وہ بدل جاتی ہے وہ اس سے نکل جاتا ہے۔

کافہ سارے کے سارے اسلام کے اندر داخل ہو جاؤ۔ قرآن نے اصول یہ دیا کہ سارے کے سارے اسلام کے اندر آ جاؤ پھر اس میں موت بھی زندگی ہے۔ موت کو بھی شکست دے دو گے۔ اور انشاء اللہ العزیز کافروں کے پاس پروپیگنڈہ مشینری ہے اور جھوٹ پر جھوٹ بولتے چلے جا رہے ہیں حتیٰ کہ اب تو ان کے اپنے لوگوں نے بھی ان کے نشریاتی اداروں کی باتوں پر تنقید کرنا شروع کر دی ہے کہ جھوٹ کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ آپ کتنا جھوٹ بولیں گے الحمد للہ' اللہ کے بندے پوری قوت سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ اللہ مسلمانانِ عالم کو اور مسلمان حکمرانوں کو توفیق بخشے۔ اب وقت ہے کہ چھوٹے چھوٹے ذاتی اختلافات کو بھلا کر سارے مسلمان یکجا ہوں مسلمان ممالک میں حزب اقتدار اور حزب اختلاف کو چھوڑ کر سارے مسلمان بن کر جمع ہوں اور قرآن کا دامن تھامیں' محمد عربی ﷺ کا دامن تھامیں۔ اول و آخر سارے مسلمان ہیں جو بھی مرتا ہے اسے جنازے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ وزیر اعظم ہوتا ہے یا صدر ہوتا ہے۔ یا جرنیل ہوتا ہے۔ تو اس سے پہلے' جنازے کی نماز سے پہلے' اگر اسلام کو تھام لے تو اس میں کیا حرج ہے؟ کیوں نہ ہم دامانِ پیامبر ﷺ میں پناہ گزیں ہوں۔ ہماری دعائیں بھی بار آور ہوں۔ اور ہمارے اعمال بھی بار آور ہوں۔ یہ بہت بڑی وسیع بات ہے کہ سارا عالم اسلام متحد ہو جائے۔ اسکی بنیاد میں کم از کم ہم تو خلوص سے توبہ کریں کہ یا اللہ جو نافرمانیاں ہو چکیں وہ معاف کر دے۔ آئندہ ہم تیری اور تیرے نبی ﷺ کی اطاعت کا عہد کرتے ہیں۔ جب بھی یہ عہد ہوگا کامیابی مسلمانوں کا مقدر ہے۔ اسلام کو کبھی شکست نہیں ہوگی۔ شکست اگر ہوتی ہے تو ظالموں کو جہاں ہم اسلام کا دامن چھوڑ کر کافر کے دامن میں پناہ لیتے ہیں۔ اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے ہم اس بات کو سمجھیں ہم توبہ کریں۔ اللہ سے رجوع کریں۔ اللہ سے مدد کے طالب ہوں اور خلوص دل سے مسلمانوں کی مدد کیلئے' اللہ سے ان کی مدد کیلئے دعا کیجئے۔ اللہ آپ کی دعاؤں میں اثر پیدا فرمائے۔ آمین

علوم کی حقیقت

بے شمار لوگ ایسے ہیں جنہوں نے دنیا بھر کی کتابیں پڑھ ڈالیں لیکن وہ جاہل رہے۔ کیوں جاہل ہیں؟ اس لئے کہ اللہ کو نہ پہچان سکے۔ تو اللہ کی مخلوق کا علم کیسے ہوگا؟ مخلوق کے جو اجزاء ہیں اگر اُن کو پہچان بھی لیا تو یہ اجزا کس نے بنائے؟ اُن کو ترتیب کس نے دیا؟ اِن کا آمیزہ کس نے بنایا؟ اِن کی آمیزش میں روح کس نے پیدا کی؟ یہ سمجھ نہ آئی تو جہالت تو اپنی جگہ رہی۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان، منارہ ضلع چکوال 14/3/03

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ٥ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ. قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ٥

گیارہویں پارے میں سورۃ یونس شروع ہو رہی ہے، ان آیات مبارکہ کا سادہ سا ترجمہ یہ ہے کہ یہ آیات کتاب حکیم کی ہیں۔ یہ باتیں ایک ایسی کتاب کی ہیں جو حکمت و دانائی سے لبریز ہے اور کیسی عجیب بات ہے کہ لوگوں کو اس بات پہ تعجب ہوا کہ انہی میں سے انہی کی بستی، انہی کے شہر، انہی کے قبائل میں سے، انہی لوگوں میں سے ہم نے اپنی بات کیلئے، وحی الٰہی کیلئے ایک بندے کو چن لیا اور اُسے یہ علم دیا کہ وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے خطرناک نتائج سے بروقت آگاہ کریں۔ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ۔ اسکا ترجمہ تو اُردو میں لکھ دیتے ہیں کہ لوگوں کو ڈرائے۔ لیکن اسکا مفہوم یہ ہے کہ لوگ جہالت، نادانی، علم نہ ہونے کی وجہ سے جو ایسے کام کرتے ہیں جن سے اُن کو امید تو نفع کی ہوتی ہے لیکن وہ ان کے نقصان کا سبب بنتے ہیں۔ تو یہ جو خطرہ ہے کہ جو کام کر رہے ہیں اس کے نتیجے میں تباہی بھی نہ آئے۔ اس خطرے سے بروقت مطلع فرمائے۔ اور جو ایمان لائیں تو اسکی بات مانیں۔ انہیں اس بات کا یقین دلائے کہ اللہ کے نزدیک اُن کا درجہ صدق کا ہے، سچائی کا ہے، راست بازی کا ہے، اب اس بات کی کفار کو کوئی سمجھ نہ آئی اسلئے کہ صدیوں پرانے رواجات جو جہالت کی بناء پر گھڑے گئے وہ چل رہے تھے اور اسے وہ انتہائی دانشمندی یا عقلمندی تصور کرتے تھے۔ جب ان کا ابطال ظاہر ہوا باطل ہونا سامنے آیا اور ان کے خلاف جو لوگ ایمان لائے۔ انہوں نے ایک نئی زندگی شروع کی۔ جو اُن رواجات اور رسومات سے ہٹ کر، جہالت سے پاک، علم و دانائی کی روشنی سے لبریز اور حقیقت پسندی پر مبنی تھی۔ تو کافروں سے اور تو کچھ نہ بن پڑا تو وہ کہنے لگے کہ یہ شخص کوئی بہت بڑا جادوگر ہے کہ جو لوگوں کو باپ دادا کی روش سے ہٹا کر ایک نئی روش پہ لگا رہا ہے۔ آج اتفاق ایسا ہے کہ عشرہ محرم کا جمعۃ المبارک ہے۔

محرم کا عشرہ پہلی امتوں میں بھی بہت تقدس اور احترام رکھتا تھا اور رمضان المبارک سے پہلے جب نفلی طور پر روزے رکھے جاتے تھے تو حضور اکرم ﷺ نے بھی روزے رکھے۔ صحابہ کرام نے بھی روزے رکھے، لیکن جب رمضان شریف کے روزے فرض ہو گئے تو پھر یہ نفلی روزے رکھنا متروک ہو گیا اور ضروری نہ رہا بلکہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے حکم دیا کہ عشرہ محرم کے دن یہود و نصاریٰ روزہ رکھا کرتے تھے اگر مسلمانوں میں سے کوئی روزہ رکھنا چاہے تو وہ اکیلے عشرے کے دن کا نہ رکھے بلکہ دو روزے رکھے تو نو اور دس کے رکھ لے، دس گیارہ کے رکھ لے، اس کے ساتھ ایک دن اور ملا لے تاکہ یہود اور نصاریٰ کی مشابہت کا شبہ نہ ہو۔ پھر عشرہ محرم بعد میں آنے والے وقتوں میں سیدنا حسینؓ کی کربلا میں شہادت کے سبب بہت زیادہ ایک تاریخ ساز اہمیت اختیار کر گیا۔ کہ یہ واقعہ مسلمانوں میں ایک الگ فرقے کی بنیاد بن گیا۔ یہ الگ موضوع ہے اور یہ بڑا لمبا موضوع

ہے اس کے لئے الگ وقت چاہئے لیکن میں ضمناً اتنا عرض کرتا چلوں کہ کچھ باغیوں نے یہود کی شہہ پر جب یہ سمجھا کہ میدان کار زار میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں رہا۔ تو زیرِ زمین سازشوں سے کوشش یہ کی کہ کوئی ایسا حادثہ ہو جس پر ان عقائد کی اور ان نظریات کی جو محمد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں بھر دیئے ہیں نفی کی جائے اور پھر سے نئے گھڑے جائیں تو اس کی بنیاد حضرت عثمانؓ کے آخری زمانے میں رکھی گئی۔ لیکن اُن کی نگاہ بہت دور بین تھی اور قدرت کو بھی منظور تھا اور ان کی قربانی بھی مثالی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی قربانیوں سے مرتب ہے کہ اعلان نبوت سے لیکر اپنی شہادت تک ہر ہر قدم پر قربانی ہی قربانی دیتے چلے آئے۔ اسکی فہرست بڑی طویل ہے۔ لیکن آخری قربانی مثالی ہے جب باغیوں نے کچھ اعتراضات کئے "تاریخ طبری" میں وہ اعتراضات لکھے گئے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے مسجد نبوی میں اجتماع کر کے اُن اعتراضات کے جواب ارشاد فرمائے وہ بھی تاریخ طبری میں موجود ہیں۔ عجیب بات ہے کہ معترضین نے طبری سے اعتراضات لئے ہیں۔ جو جواب حضرت عثمانؓ نے دیئے تھے وہ اسی کتاب سے لیکر نہیں لکھے۔

یاد رکھیں حضرت عثمانؓ کی حکومت کی حدود افریقہ سے ہسپانیہ، سائبریا، چین تک اور ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھیں۔ روئے زمین پر سب سے بڑی حکومت کے اکیلے حکمران تھے اور افواج اسلامی مزید فتوحات کی طرف پیش قدمی کر رہی تھیں۔ اگر وہ چاہتے تو آن واحد میں چند سو باغیوں کو سولی پہ لٹکا دیتے اور یہ بات صحابہ نے انہیں اس وقت عرض کی جب انہوں نے مسجد نبویؐ میں اعتراضات کے جوابات دیئے۔ لیکن انہوں نے فرمایا کہ یہ شہر حرم نبویؐ ہے اور

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سادہ دلی، راست بازی، اُن لوگوں کے لئے سبب بن گئی انہوں نے ظلماً اور گھیر کر حضرت حسینؓ کو بھی شہید کیا۔

میں اس شہر میں قتل و غارت نہیں چاہتا اور جب یہ عرض کیا گیا کہ آپ حدِ حرم سے باہر تشریف لے جائیے اور انہیں باہر گرفتار کر کے لے جایئے تو فرمایا کہ میں نے قرب رسالت ﷺ کی تلاش میں عمر گزاری ہے، اگر آخری وقت آ پہنچا ہے تو میں روضہ اطہر ﷺ سے دور نہیں جا سکتا۔ لیکن اُن کی دور بین نگاہیں یہ دیکھ رہی تھیں کہ اگر انہیں میں سزا دیتا ہوں تو شرعاً تو سزا درست ہوگی لیکن بعد میں آنے والے لوگ اسے ایک حادثہ، ایک ظلم قرار دے کر اس پر کسی نئے دین کی بنیاد رکھ لیں گے اور یہ آنے والے مسلمانوں کے لئے ایک مسئلہ بن جائے گا۔ لہٰذا انہوں نے اتنے بڑے امیر نے جس کے پاس اتنے بڑے لاؤ لشکر تھے عالم بے یار و مددگار میں شہید ہونا قبول کر لیا لیکن اُن لوگوں سے مقابلہ نہیں کیا اور یہ بہت بڑی قربانی تھی اور یہ موقع فراہم نہیں کیا کہ کوئی یہ الزام لگائے کہ خلفائے راشدین یا جانشینان محمد ﷺ ظالم تھے اور اپنی مرضی کی حکومت کرتے تھے اور جس کسی نے اعتراض کیا اُسے قتل کرا دیا۔ لہٰذا دین وہ نہیں جو انہوں نے بتایا دین کچھ اور ہے یہ موقع انہوں نے فراہم نہیں کیا۔

حضرت حسینؓ کی سادہ دلی، راست بازی، اُن لوگوں کے لئے سبب بن گئی انہوں نے ظلماً اور گھیر کر حضرت حسینؓ کو شہید کیا۔ حضرت حسینؓ اُن سے مقابلے کے لئے نہیں بلکہ آپؓ نے انہیں فرمایا تھا اور اس پر تمام تاریخیں شیعہ سُنی سب کتابیں شاہد ہیں کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو۔ میں اس سے خود بات کر لوں گا۔ چنانچہ یہ قافلہ کوفے کو چھوڑتا ہوا دمشق کی جانب چلا اور دمشق کی جانب کوفے سے تیسری منزل دمشق کے راستے میں کربلا ہے۔ کربلا مکہ مکرمہ سے کوفے کے راستے میں نہیں ہے۔ کوفے سے دمشق کے راستے میں ہے۔ جب اُن لوگوں نے یہ دیکھا کہ اگر یہ یزید کے پاس پہنچ گئے تو یزید کی یہ جرات نہیں کہ ان کا احترام نہ کرے۔ تو شاید سزا ہمیں ملے گی چونکہ بغاوت پر اُکسانے کا کام تو ہم نے کیا۔ خط تو ہم نے لکھے۔ ہم مارے جائیں گے۔ تو انہیں ظلماً شہید کر دیا گیا۔ اب یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ تاریخ دس محرم ہو۔ بلکہ شاید یہ ثابت کرنا بھی مشکل ہو جائے کہ اُن کی

شہادت محرم میں ہوئی چونکہ پچیس منزل مکہ مکرمہ سے کربلا کا سفر بنتا ہے۔ اور اُن دنوں میں مسافر ایک منزل روز طے کیا کرتے تھے۔ اور ہر منزل پہ پڑاؤ بنے ہوتے تھے۔ آج بھی وہ جگہ موجود ہے منزلیں بھی موجود ہیں اور عجیب بات ہے کہ مکہ مکرمہ سے کوفے کو جو سڑک بنی ہے اُسی راستے پر بنی ہے جو اُس زمانے میں منازل کا راستہ تھا اور کوفے سے دمشق کو بھی سڑک جا رہی ہے۔ تو میں نے راہی کرب وبلا نامی ایک کتابچے میں یہ لکھا تھا۔ جس کا جواب آج تک کسی نے نہیں دیا کہ آپ ٹائم اور سپیس کے مطابق کہ سفر کتنا ہے؟ اُس پہ وقت کتنا لگتا ہے؟ آپؓ کب روانہ ہوئے؟ اور کب پہنچے؟ اُس کے مطابق یہ ثابت کریں کہ واقعہ کربلا عشرہ محرم میں ہوا کوئی نہیں کر سکتا۔ چونکہ آٹھ ذوالحجہ کو حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی اور حضرت حسینؓ کی جو گفتگو حرم کعبہ میں ہوئی وہ تاریخ کا حصہ ہے۔ اب آٹھ ذوالحجہ کو فجر ادا کرنے کے بعد سارے حاجی منیٰ چلے جاتے ہیں۔ حضرت حسینؓ کو کیا اتنی جلدی تھی کہ وہ حج چھوڑ کر چلے آئے اور اگر منیٰ تشریف لے جاتے ہیں تو پھر تیرہ ذوالحجہ کو فارغ ہوتے ہیں اور چودہ کو روانہ ہو سکتے ہیں۔ چودہ کو اگر روانہ ہوں تو اُس میں پچیس منازل ایک ایک دن جمع کریں وہ تو کہیں صفر کی آٹھ نو کو وہاں کربلا میں پہنچتے ہیں محرم تو پیچھے رہ جاتا ہے۔ اور اگر آٹھ کو چل پڑیں آٹھ میں پچیس جمع کریں پھر بھی صفر کی دو تین کو پہنچتے ہیں۔ یعنی ٹائم اینڈ سپیس کے اعتبار سے یہ ثابت کرنا ممکن نہیں ہے کہ حضرت حسینؓ یکم کو کربلا میں پہنچے۔ یا محرم میں کربلا پہنچے۔ یہ ثابت کرنا بھی ممکن نہیں۔ اور یہ میں نے لکھا یہ کتاب کس طرح ہندوستان دیوبند پہنچی اور علماء دیوبند نے اُسے پھر اُسی کتاب کو ری پرنٹ کیا وہ دنیا میں پھیلی ایران تک گئی کسی شیعہ عالم نے بھی اُس کا جواب نہیں لکھا۔ حالانکہ وہ چھوٹا سا کتابچہ ہے اور سادی سی بات ہے کہ بھئی فاصلہ بھی موجود

> **اسلام بنیادی طور پر جہالت کے خلاف ہے، کفر جہالت کا پھل ہے، ظلم جہالت کا پھل ہے، گناہ جہالت کا پھل ہے، رسومات جہالت کا پھل ہیں۔ جہالت ایک ایسا درخت ہے جس پر رسومات کے پھل لگتے ہیں، جس پر ظلم کے پھل پکتے ہیں اور جس پر کفر کا پھل لگتا ہے**

ہے شہر بھی موجود ہیں۔ منازل بھی موجود ہیں تاریخ بھی موجود ہے۔ لیکن اسے عشرہ محرم میں لا کر اُسے ایک عجیب انداز میں پیش کیا جبکہ آپؓ کی قربانی تو دین کے دفاع کے لئے تھی۔ اور وہ بھی کفر اسلام کی جنگ نہیں تھی۔ یزید نے دعویٰ نبوت نہیں کیا۔ قرآن کا انکار نہیں کیا۔ شریعت کے کسی حکم کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ اُس کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں میں بھی بعض صحابہ بھی موجود تھے۔ حضرت حسینؓ کا اعتراض یہ بھی نہیں تھا کہ خلافت مجھے دے دو۔ اعتراض یہ تھا کہ یزید من مانی کرتا ہے میں اُس سے بات کروں گا کہ وہ من مانی چھوڑ دے میں بیعت کر لوں گا اور اگر من مانی نہیں چھوڑے گا تو بیعت نہیں کروں گا۔ لیکن اہل کوفہ نے جنہوں نے پہلے حضرت حسینؓ سے بیعت کی تھی۔ انہوں نے بیعت کے باوجود ظلماً حضرت حسینؓ کو شہید کیا۔ اس واقعہ جانکاہ کو دین کی تائید بننے کی بجائے، دین میں ایک نیا فرقہ کھولنے کے پلیٹ فارم کے طور پر استعمال کیا۔ اور وہ موقع جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فراہم نہیں کیا تھا وہ موقع حادثہ کرب وبلا نے فراہم کر دیا۔

تو بہرحال اسلام کفر کے خلاف نہیں، یہ جو ہم سمجھتے ہیں کہ اسلام کفر کے خلاف ہے۔ یہ غلط بات ہے۔ اسلام بنیادی طور پر جہالت کے خلاف ہے۔ کفر جہالت کا پھل ہے، ظلم جہالت کا پھل ہے، گناہ جہالت کا پھل ہے، رسومات جہالت کا پھل ہیں، جہالت ایک ایسا درخت ہے۔ جس پر رسومات کے پھل لگتے ہیں، جس پر ظلم کے پھل پکتے ہیں، اور جس پر کفر کا پھل لگتا ہے۔ اس کی بنیاد جہالت ہے۔ اسلام سراپا علم ہے، دانش ہے، اسلام دانائی ہے، جس طرح روشنی اندھیرے کے خلاف ہے، اسی طرح علم جہالت کے خلاف ہے، اور یہی بات یہ آیت مبارکہ بتا رہی ہے کہ۔

تلک ایت الکتب الحکیم ○ یہ ایسی کتاب ہے جو دانش سے پُر ہے، علم سے پُر ہے، جاننے سے پُر ہے، اور علم جہالت کے خلاف ہوتا ہے۔ اب بتوں کو پوجنا جہالت ہے۔ ایک بندہ اپنے ہاتھ سے ایک پتھر کو تراشتا ہے اُسے اپنے گھر کی دیوار میں لگا دیتا

ہے۔ اُس کے ساتھ کا دوسرا بندہ پتھر کو تراشتا ہے۔ اُسے غسل خانے کے فرش میں لگا دیتا ہے۔ اور تیسرا بندہ ہے جو پتھر کو تراشتا ہے اُسے خدا بنا کر سامنے رکھ لیتا ہے۔ سجدہ کرنے لگ جاتا ہے۔ جو اپنا وجود بنا نہیں سکا، اُس کے گھڑنے میں تمہارا محتاج تھا۔ کتنی جہالت ہے۔ وہ جو کہا گیا تھا کہ

اب تو سجدے پہ بھی خاموش ہیں پتھر کے صنم
اپنے ہاتھوں سے تراشے نہ بنائے ہوتے

یعنی ان کی حیثیت تو یہ ہے کہ اگر ہم نہ گھڑتے تو یہ بن ہی نہ پاتے۔ اب یہ اتنی بات ہے کہ ہم سجدے کرتے ہیں اور یہ بات نہیں سنتے۔ تو کتنی بڑی جہالت ہے کہ ایک ایسا پتھر جو اپنی تراش خراش میں آپ کا محتاج ہے۔ چھینی ہتھوڑے کا محتاج ہے۔ پھر آپ اُس کے سامنے اپنی آرزو، اپنی نیاز مندی، اپنی عاجزی، اور اپنے سجدے پیش کرتے ہیں۔ تو اسلام بنیادی طور پر اسی جہالت کی مخالفت کرتا ہے۔ اسی لئے اس آیت مبارکہ میں بتایا گیا کہ تلک ایٰت الکتٰب الحکیم o یہ دانش سے پُر ہے، دانش جہالت سے نہیں آتی دانش علم سے آتی ہے اور علم لکھنے پڑھنے کا نام نہیں ہے۔ بے شمار لوگ ایسے ہیں جو بہت لکھنا پڑھنا جانتے ہیں، بے شمار لوگ ایسے ہیں جنہوں نے دنیا بھر کی لائبریریاں پڑھ ڈالیں اور کتابیں پڑھ ڈالیں لیکن وہ جاہل رہے کیوں جاہل ہیں؟ اللہ کو نہ پہچان سکا۔ تو اللہ کی مخلوق کا علم کیسے ہوگا؟ مخلوق کے جو اجزاء ہیں اگر اُن کو پہچان بھی لیا تو یہ اجزا کس نے بنائے؟ اُن کو ترتیب کس نے دیا؟ ان کا آمیزہ کس نے بنایا؟ ان کی آمیزش میں روح کو کس نے پیدا کیا؟ یہ سمجھ نہ آئی تو جہالت تو اپنی جگہ رہی۔ یعنی ہم نے سائنس سے دریافت کر لیا کہ کوئی سیلز ہیں۔ ہر سیل Cell میں حیات موجود ہے اور وہ اتنا چھوٹا ہے کہ کروڑوں سیلز جو ہیں وہ ایک قلم کی نب پہ آسکتے ہیں اُس چھوٹے سے سیل میں

> **سرور انبیاء ﷺ کو مبعوث فرمایا' جو انسانی علوم کی انتہا ہے۔ ہر نبی کے پاس علوم کا خزانہ ہے لیکن علوم مصطفوی ﷺ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وسلم میرے آپ کے اندازے سے بالاتر ہے ہمارے علم کی حدود سے ماوریٰ ہیں**

مثبت اور منفی جو ہے وہ بجلی کا حصہ موجود ہے اور وہ سیل جب ایک خاص تعداد سے جمع ہوتے ہیں تو ان کی ایک چیز بن جاتی ہے۔ وہ جو آپس میں آمیزش ہے۔ وہ جس طرح ہم مختلف کھانے بناتے ہیں۔ کہ اُس میں گھی ڈالتے ہیں، مرچ ڈالتے ہیں، نمک ڈالتے ہیں، مصالحہ ڈالتے ہیں، تو ایک کھانا بن جاتا ہے۔ وہی گھی مرچ مصالحہ ڈال کے اُس میں کوئی اور چیز ڈال دیں۔ دوسرا کھانا بن جاتا ہے۔ دال ڈالتے ہیں دال بن جاتی ہے۔ گوشت ڈالتے ہیں ایک اور ہانڈی بن جاتی ہے۔ قیمہ ڈالتے ہیں وہی گوشت ایک اور طرح سے بن جاتا ہے۔ کباب بناتے ہیں۔ اِس طرح اُن اجزا کی آمیزش سے مختلف اجسام بن گئے۔ انہی سے ہیرے بھی بنے، انہی سے سونا بھی بنا، انہی سے چاندی بھی بنی، انہی سے لوہا بھی بنا، انہی سے چٹانیں بھی بنیں، مزے کی بات یہ ہے کہ انہی سے پانی بھی بنا، انہی سے مٹی بھی بنی، انہی سے حیوان بھی بنے، پرندے بنے، انہی سے انسان بھی بنے۔

اب انسان اور حیوان میں جو فرق آیا۔ وہ روح کا ہے کہ حیوانات میں صرف روح حیوانی ہے انسانوں کو قل الروح من امر ربی۔ عالم امر کے لطیفہ روح سے نوازا گیا۔ سارے فانی ہیں اور ختم ہو جائیں گے۔ انسان باقی ہے اِس لئے کہ عالم اَمر کو فنا نہیں۔ خلق کے لئے فنا ہے اَمر اللہ کی صفت ہے اُس کی ذات باقی اُس کی صفات باقی۔ وہاں فنا کا گزر نہیں ہے۔ انسانی روح کا چونکہ رشتہ عالم اَمر سے ہے۔ انسانی بدن کا رشتہ اپنی روح سے ہے نہ روح فنا ہوگی۔ نہ بدن کو فنا ہونے دے گی۔ لہٰذا اِس زندگی کے بعد کی ایک اور زندگی شروع ہو جائے گی۔ جو کبھی ختم نہیں ہوگی۔ اب اِس عالم آب وگل کو اُس زندگی کی آزمائش اور معیار رکھ دیا۔ وہ قادر تھا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرما کر جنت میں بٹھا دیتا۔ وہیں نسل آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑھتی رہتی جنت میں ہی رہتے۔ اُس نے ایک امتحان میں ڈال دیا۔ کہ تمہیں دنیا میں جانا ہوگا۔ اُس نے دنیا بنائی۔ ہر شاہکار اپنے بنانے والے کی صلاحیتوں کا مظہر ہوتا ہے۔ اب یہ کہنا کہ دنیا میں کچھ نہیں ہے اور دنیا بڑی خراب

ہے۔ یہ بھی جہالت ہے۔ حق بات یہ ہے کہ دنیا میں اتنا حُسن ہے، اتنی لذت ہے، اتنی شیرینی ہے، کہ اِس نے لوگوں کو رب سے چھین لیا اگر بے سوادی ہوتی تو لوگ اللہ کی بارگاہ چھوڑ کر اِس میں آتے۔ اس میں اتنا حُسن سمو دیا۔ بنانے والے کی کاریگری ہے اتنی لذتیں رکھ دیں، اتنی خوشبوئیں بکھیر دیں، اتنے پھول زمین کے سینے پہ بچھا دیے، وہی بچھا سکتا ہے۔ اتنی گلکاریاں کون کر سکتا ہے کہ ہر ہر تنکا گل بکف برآمد ہوتا ہے۔ ہر پھول کا رنگ الگ ہے، خوشبو الگ ہے، ذائقہ الگ ہے، اثر الگ ہے، ایک پانی برستا ہے اور کروڑوں پھول نکلتے ہیں۔ کوئی زمین میں رنگ نہیں ملاتا۔ پتے ہرے ہیں، کوئی پیلا ہے، گلشن میں جائیں تو ایک ایک پتے میں متعدد رنگ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ آزمائش یہی تھی کہ

رُخِ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں
اُدھر جاتا ہے دیکھیں یا اِدھر آتا ہے پروانہ

دنیا کی شمع جلا کر اُس نے اپنی ذاتِ والا صفات کے سامنے رکھ دی اور بندے کے ذمے صرف فیصلہ ہے یہ دنیا کی طرف چل کر جا سکتا ہے نہ اِدھر چل کر جانے کی ہمت رکھتا ہے۔ اِس نے فیصلہ کرنا ہے کہ اسے دنیا کی طرف جانا ہے تو وہ قوت دے دیتا ہے۔ چلا دیتا ہے۔ کہتا ہے چلتا جا اور وہاں تک ہی جا سکتا ہے۔ جہاں تک وہ جانے دیتا ہے۔ جب وہ روکتا ہے تو شہنشاہوں کو سولی پہ لٹکا دیتا ہے۔ سب بے بس ہو جاتے ہیں اور اگر اُس کی طرف کا فیصلہ اندر سے، مَن سے، دل کی گہرائی سے، موازنہ کر کے بندہ کو چونکہ اُس نے علم دیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام بھیجے اور سرورِ انبیاء ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ جو انسانی علوم کی انتہا ہے۔ ہر نبی کے پاس علوم کا خزانہ ہے لیکن علومِ مصطفوی ﷺ میرے آپ کے اندازے سے بالاتر ہے ہمارے علم کی حدود سے ماوریٰ ہے۔ اتنے علم کا سمندر جو پوری دنیا کی انسانیت کو ہر موضوع پہ وہ موضوع قانونی ہے، وہ موضوع عدالتی ہے، وہ موضوع سیاسی ہے، وہ موضوع تجارتی ہے، وہ موضوع اخلاقی ہے، وہ موضوع معاشرتی ہے، ہر موضوع پر ایک جملے میں ایک قانون بتا دیتا ہے۔ جس میں تبدیلی کی کبھی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اب آپ اندازہ کیجئے کہ ایسی ہستی جو روئے زمین کے مسائل کا حل ایک جملے میں بتا دیتی ہے اُس کے علوم کی حد کیا ہوگی؟۔ تو محمد رسول اللہ ﷺ نے علوم کو لٹایا ہے اور آپ ﷺ ایک ایسے معلم ہیں کہ آپ ﷺ کے تعلیم دینے کے انداز نرالے ہیں اور آپ ﷺ کی تعلیم میں جو گہرائی اور گیرائی ہے وہ بھی عجیب ہے سمجھ میں نہیں آتا۔

> **سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ حج کے موقع پر طواف کرتے ہوئے حجرِ اسود کے سامنے کھڑے ہو گئے اور فرمایا میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے تجھے میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چوما ہے میں اُن ہونٹوں کو چومنا چاہتا ہوں ---- تیری حیثیت سے میں واقف ہوں**

بعثتِ نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے اور عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ آسمانی کے بعد جو عرصہ ہے اسے عہدِ فترت کہتے ہیں اب اسی میں بڑے بڑے شاعر گزرے، بڑے بڑے ادیب ہوئے، بڑے بڑے دانشور ہوئے، بظاہر لکھنا پڑھنا جاننے والے، بڑے بڑے فلاسفر ہوئے، لیکن اللہ کون ہے؟ کیسا ہے؟ کہاں ہے؟ یہ ایک بات کوئی نہ بتا سکا۔ اپنے فلسفے کے زور سے، اپنی تاریخ دانی کے زور سے، اپنی سائنس کے زور سے، کوئی نہ دریافت کر سکا۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اِک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

اور ایسا بتایا کہ حیرت ہوتی ہے۔

ایک جاہل شخص وہاں جنگل میں بھیڑیں چرا رہا ہے۔ بکریاں چرا رہا ہے۔ اُسے بات کرنے کی تمیز نہیں ہے۔ کھانا پینا بھی اُس کا جنگلیوں جیسا ہے۔ لباس بھی جنگلیوں جیسا ہے۔ زبان بھی جنگلی، لیکن اگر اس تک حضور ﷺ کا کلمہ پہنچا اُس سے پوچھو اللہ ہے تو کہے گا اللہ ہے۔ اللہ واحد ہے، لاشریک ہے، عبادت کا مستحق ہے، اُسے کس نے بتا دیا۔ یہ جو شاگرد ہوا کرتے ہیں ان کا علم اُستاد کی تعلیم کے کمال کی تصویر ہوا کرتا ہے۔ اگر کسی اُستاد کے کوئی شاگرد قابل ہوں تو پتہ چلتا ہے کہ انہیں تعلیم دینے والے میں کتنی قوت اور کتنی استعداد ہے۔ یہ جو نورِ ایمان آپ کو روئے زمین پر نظر آتا ہے یہ کمال میرا، آپ کا، مولوی کا، عالم کا، خطیب کا، مسلمانوں کا، نہیں ہے یہ

اکیلے محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی برکات کا ہے اور انداز ایسا ہے۔ اِس طرح سینوں میں توحید اُتری کہ صدیوں کی روش اُس کا تصور انسان سے چھین نہ سکی۔ اِس طرح تصور رسالت ایمان ویقین کے ساتھ سینوں میں پیوست ہو گیا۔ کہ وہ تیر نسلاً بعد نسلاً سینوں میں اور دلوں میں ابھی تک کھٹک رہا ہے اور لوگ کہہ رہے ہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہی علم ہے۔ یہ علم کی ابتدا بھی ہے۔ یہ علوم انسانی کی انتہا بھی ہے۔ اگر کوئی علم شروع کرتا ہے تو بنیاد یہ ہے کہ اللہ ایک ہے۔ ساری زندگی سارے علوم حاصل کرنے کے بعد منتہائے علم کیا ہے؟ اللہ ایک ہے۔ صرف اُس کی ساری زندگی کے مجاہدے، اُس کے یقین کی گہرائی اور گیرائی میں اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ بات وہی رہتی ہے۔

ایک عام آدمی جس نے آج کہا اللہ ایک ہے۔ اور جس نے اُس پہ مجاہدہ کیا، محنت کی، مطالعہ کیا، قرآن پڑھا، احادیث پڑھی، کہتا وہ بھی ہے اللہ ایک ہے لیکن اُس کے کہنے اور اُس کے کہنے کی گہرائی کا فاصلہ مختلف ہے ایک عام آدمی، ایک انپڑھ ایک جاہل، کہتا ہے اللہ واحد ولاشریک ہے، ایک اللہ کا ولی جس کی عمر، جس کے شب وروز اُس کی یاد میں بسر ہو گئے۔

اُس کی تجلیات رقصاں نظر آتی ہیں کہتا وہ بھی یہی جملہ ہے کہ اللہ واحد ہے۔ لاشریک ہے لیکن اِس عامی کے کہنے اور اُس کے کہنے کی گہرائیوں میں فاصلہ ہے۔ جملہ وہی ہے ابتدا بھی یہی ہے کہ وہ واحد ہے۔ لاشریک ہے۔ اور اللہ کا رسول ﷺ برحق رسول ہے۔ انتہائے علم بھی یہی ہے کہ اللہ واحد ہے۔ لاشریک ہے، اور محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کا برحق آخری نبی اور آخری رسول ہے۔ اللہ کی برحق کتاب ہے لیکن اِس کے اندر جوں جوں کوئی محنت کرتا ہے اور جوں جوں کسی پر اللہ کی عطا

قرآن کو ایک مقدس کتاب کے طور پر اٹھائے پھرنا یہ قرآن کا حق نہیں ہے بلکہ قرآن کے ایک ایک لفظ کو سمجھنا قرآن کا حق ہے یوں تو قرآن کا دیکھنا بھی عبادت ہے

ہوتی ہے اب دیکھ لو۔ لوگ کلمہ پڑھتے رہے۔

کتنی عجیب بات ہے۔ جس نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا کلمہ پڑھتے تھے، اُس کے سارے خاندان کو ذبح کر دیا۔ آپ کیا کہیں گے یہ علم ہے یا جہالت۔ زبان کلمہ پڑھتی تھی دل نے کلمے کو سمجھا نہیں اللہ کبھی ہو سکتا ہے تو کوئی محمد رسول اللہ ﷺ کو نبی مانتا ہوا اور اُس گلے پر تیغ چلا دے جس کو محمد رسول اللہ ﷺ نے بوسے دیے ہوں۔

صدیاں بیت گئیں جس پتھر کو حضور ﷺ نے بوسہ دیا لوگ ابھی تک جان لڑا رہے ہیں۔ کہ کبھی مکہ پہنچیں اور حجرا سود کو بوسہ دیں۔ کیا رکھا ہے حجرا سود میں پتھر ہے۔ سیدنا فاروق اعظم حج کے موقع پر طواف کرتے ہوئے حجرا سود کے سامنے کھڑے ہو گئے اور فرمایا میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے۔ تجھے میرے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے چوما ہے۔ میں اُن ہونٹوں کو چومنا چاہتا ہوں۔ تُو تو پتھر ہے۔ تیری حیثیت سے میں واقف ہوں لیکن تجھے جن ہونٹوں نے چوما ہے وہ بہت قیمتی ہیں۔ وہ بات بہت قیمتی ہے وہ کام بہت قیمتی ہے جو میرے آقا ﷺ نے کیا میں اتباع محمد رسول اللہ ﷺ میں تمہیں بوسہ دینا چاہتا ہوں۔ یہ تو ایک پتھر تھا اور وہ تو آپ ﷺ کے جگر گوشے کی گردن تھی۔ جس پر حضور ﷺ کے بوسے ثبت تھے۔

کتنی عجیب بات ہے کہ جنہوں نے وہ گردنیں کاٹیں وہ بھی کہتے تھے ہم مسلمان ہیں یہ غلط کہہ رہا ہے حالانکہ جو بات حضرت حسینؓ فرما رہے تھے۔ وہ علم تھا۔ جو قاتلوں نے کی وہ جہالت تھی۔ جہالت پر ظلم کا پھل لگا اور بعد میں جہالت پر کفر کا پھل بھی لگا

اور عقائد اسلام کے خلاف نئے عقائد وضع کیئے گئے۔ جو لوگوں کی گمراہی کا سبب بنے۔ یہ ساری بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ اور آپ پہلی بات کو چھوڑ دیں۔ یہی سے چل پڑیں تو سمجھ یہ آتی ہے کہ ہر سینے میں کربلا ہے ہر سینے میں کہیں نہ کہیں کوئی چھوٹا سا حسین ہے۔ کسی نہ کسی گوشے میں کوفے کی فوجیں بھی ہیں۔ کسی سینے میں حسین سربلند ہے اور کوفیوں کو شکست ہوتی ہے کسی سینے میں حسین ذبح ہوتا

ہے اور کوئی دندناتے پھرتے ہیں۔ ہر سینے میں کربلا بچی ہے جو یہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ میں اپنی زندگی، اپنے شب و روز، اپنے فیصلے، میرے فیصلے میرے نہیں ہوں گے بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ہوں گے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اُس بندے کی حیثیت دیکھ لو۔ کتنی بلند ہو جاتی ہے۔ جو کہتا ہے میں بات کرنے کا وہ انداز اپناؤں گا جو میرے نبی ﷺ کا تھا۔ میری شکل ویسی ہوگی جیسے میرے نبی ﷺ کی تھی۔ میں رشتے اُس طرح سے کروں گا جس طرح میرے نبی ﷺ کا حکم ہے۔ میں لین دین اُس طرح کروں گا جس طرح میرے نبی ﷺ کا حکم ہے۔ میں سیاست اُس طرح کروں گا جس طرح میرے نبی ﷺ کا حکم ہے۔ میں قانون اُسے مانوں گا جو میرے نبی ﷺ نے دیا ہے۔ تو گویا ایک بندہ اپنی ذات کی نفی کر دیتا ہے اور اُس کی جگہ جتنی باتیں آتی ہیں وہ اُس کی نہیں ہوتیں محمد رسول اللہ ﷺ کی ہوتی ہیں۔ اس کو صوفی فنافی الرسول ﷺ کہتے ہیں۔ صوفی جو مراقبات کراتے ہیں اور جس میں مراقبہ فنافی الرسول ہے اُس کی غایت یہی ہے کہ بندے کے اپنے ارادے کی نفی ہو جائے اور جو کام اُس سے سرزد ہو، وہ اُس کا نہ ہو وہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ہو۔ تو دیکھ لیں بندہ عظمت کی کن بلندیوں پہ سرفراز ہو جاتا ہے۔ کہ آج کے عہد کا ایک مشتِ غبار ہو۔ لیکن فیصلے اُس کے نہ ہوں فیصلے محمد رسول اللہ ﷺ کے ہوں۔ دین کو مشکل سمجھنے والے غلطی پر ہیں اور یہ سوچ ہی نہیں سکے کہ دین میں عظمت کتنی ہے؟ اور وہ یہ جان ہی نہیں سکے اور یہ نہ جاننا ہی جہالت ہے اور جان لینا ہی دانش ہے۔

میرے بھائی قرآن کے صرف الفاظ پڑھنا، قرآن کو ایک مقدس کتاب کے طور پر اٹھائے اٹھائے پھرنا یہ قرآن کا حق نہیں ہے قرآن کے ایک ایک لفظ کو سمجھنا قرآن کا حق ہے۔ یوں تو قرآن کا دیکھنا بھی عبادت ہے، چھونا بھی عبادت ہے، ادب و احترام بھی عبادت ہے، لیکن اِس سے حق ادا نہیں ہوتا، حق ادا ہوتا ہے کہ اسے سمجھا جائے اور اُسے علم کا ذریعہ بنایا

> **اپنے آپ سے تو پوچھو وہ اپنے حسین کی حمایت کر رہا ہے یا اپنے اندر یزید پال رہا ہے۔ اس کربلا میں جو میرے سینے میں ہے اس میں جہاں نیکی اور بدی کا مقابلہ ہے**

جائے۔ اُس سے علم و دانش حاصل کر کے اپنی زندگی کو اُس کے مطابق ڈھالا جائے۔ تو آپ نے حسین کو فاتح کر دیا اِس کربلا میں حسینؓ سربلند ہوا اور اگر ہم کلمہ بھی پڑھتے رہے، قرآن بھی پڑھتے رہے، نمازیں بھی پڑھتے رہے، سود بھی کھاتے رہے، جھوٹ بھی بولتے رہے، لوگوں کو لوٹتے بھی رہے، تو جس طرح کوفے والے بھی کلمہ پڑھتے تھے اور کربلا میں نمازیں پڑھتے تھے، ہم بھی نمازیں پڑھ رہے ہیں لیکن اگر اتباع رسالت چھوڑ دیا ہے تو ہماری نماز بھی کربلا میں کوفیوں کے ساتھ ہے۔ دوسروں پر تو ہم سارے بڑے فیصلے مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ فلاں نے یہ کر دیا، فلاں کو یہ کرنا چاہئے تھا۔ اِس فلاں کو چھوڑو۔ اپنے آپ سے تو پوچھو وہ اپنے حسین کی حمایت کر رہا ہے یا اپنے اندر یزید پال رہا ہے۔ اِس کربلا میں جو میرے سینے میں ہے اِس میں جہاں نیکی اور بدی کا مقابلہ ہے جہاں ایک طرف اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا پیغام ہے اور دوسری طرف ابلیس ہے، ہم کس کا ساتھ دے رہے ہیں۔ ابلیس کا ساتھ جہالت ہے۔ خواہ کتنا لکھنا پڑھنا جانتا ہو، اور خواہ کسی کو ایک لفظ لکھنا نہ آتا ہو۔ لیکن اتباع محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ نور ہے، اور دانش ہے، اللہ کریم ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائے۔ جہالت سے محفوظ رکھے، نور علم سے دلوں کو منور فرمائے اور اس ملک کو ہمیشہ قائم رکھے اور دین برحق کی حکومت قائم فرمائے۔

آمین۔

بنیادی منازل سلوک

فرمایا۔ تصوف و سلوک نام ہے تعمیر الظاہر و الباطن کا۔ جس طرح ظاہری علوم کما حقہ بغیر صحبت استاد محال ہیں۔ اسی طرح باطنی علوم بھی بغیر شیخ کے محال ہیں منازل سلوک، وراءالورا کا معاملہ ہے بغیر استاد کے کس طرح حاصل ہو سکتے ہیں۔ مراقبہ احدیت سے لے کر فنافی اللہ اور بقاباللہ تک جن میں مراقبہ فنافی الرسول ﷺ بھی ہے یہ بنیادی منازل ہیں ان پر آگے سلوک کے منازل کی سطح استوار ہوتی ہے۔

جب کوئی راہ راست سے بھٹکتا ہے تو اپنی انا کی خاطر دوسروں پر بہتان بازی جیسی حرکات کیلئے کوشاں ہو جاتا ہے۔ انسان جھوٹی شہرتوں کیلئے اپنے وقار کو داؤ پر لگا دیتا ہے۔ کچھ روز قبل چند نادانوں نے شیخ سلسلۂ نقشبندیہ اویسیہ کے بارے کج فہمی کا مظاہرہ کیا۔ اس سلسلہ میں امیر محمد اکرم اعوان صاحب نے مدیر المرشد کو ایک خط کے ساتھ سید احمد رفاعیؒ کی کتاب "برہان المؤید" کا اقتباس ارسال کیا ہے۔ جو قارئین المرشد کیلئے شائع کیا جاتا ہے۔

19 اپریل 2003ء

السلام علیکم! بعض نادانوں نے بندہ کے خلاف اخباروں میں لکھا اور یہ نئی بات نہیں ہمیشہ اور ہر دور میں حق و باطل کی آویزش رہی اور رہے گی مگر بقا حق کو ہے اور باطل کے نصیب میں سوائے حسرت و یاس کچھ نہیں۔

سید احمد کبیر رفاعیؒ کے ساتھ بالکل اسی طرح واقعہ پیش آیا۔ میں انہی کا جواب جو انکی کتاب ''برہان المؤید'' میں صفحہ 73 یا 77 موجود ہے دینا چاہتا ہوں اقتباس کتاب جو 540 ہجری میں چھپی تھی ارسال ہے۔

والسلام

امیر

اقتباس از برہان المؤید

یہ کتاب 540ھ میں سید احمد رفاعیؒ نے لکھی ہے۔ اپنے بارے میں فرماتے ہیں۔

اس نعمت کا بیان جو مجھ پر اللہ نے کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بیان کرنا پڑتی ہیں۔ اس لئے مجھے کہنا پڑا۔ کہ جس کو میں نے اللہ سے قریب کر دیا وہ قریب ہے۔ اور جس کو میں نے اللہ سے دور کر دیا۔ وہ دور ہوا۔ یعنی اس وقت قرب الٰہی میرے ہی واسطے سے حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ اتباع حق وسنت میرے سوا کسی جگہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ مجدد اور قطب الاقطاب کے زمانہ میں جس کو بھی قرب الٰہی اور تعلق مع اللہ حاصل ہوتا ہے' اس کے واسطہ ہی سے ہوتا ہے خواہ وہ دنیا کے کسی حصے میں ہو' خواہ اس کو خبر ہو یا نہ ہو مگر اس کا فیض ہر طالب حق کو پہنچتا ہے اور جو شخص جان بوجھ کر اس کی ولایت کا انکار کرے یا اس کی شان میں گستاخی کرے تو اس کو قرب الٰہی اور دولت باطنی حاصل نہیں ہوتی' اس لئے مجھ کو اپنی یہ شان ظاہر کرنا پڑی کہ جس کو میں خدا کا مقرب بنا دوں وہ قریب ہے اور جس کو میں اس کی گستاخی اور انکار سے دور کر دوں وہ دور رہے۔

اے ہم سے دور ہونے والے۔ اے وہ جس سے ہم کو نفرت ہے۔ اے مسکین یہ دوری اور یہ نفرت تیرے طرف سے نہیں' بلکہ ہماری طرف سے ہے اگر ہم کو تیری طرف توجہ کرنے کا کوئی موقع ملتا' جو تیرے حسن استعداد اور اللہ تعالیٰ اور اہل اللہ کے ساتھ خالص محبت کا پتہ دیتا تو ہم تجھ کو اپنی طرف کھینچ لیتے اور اپنی جماعت میں داخل کر لیتے۔ خواہ تو چاہتا یا نہ چاہتا۔ مگر سچی بات کہنا پڑتی ہے۔ تیرے نفسانی لذتوں نے تجھ کو روکا اور تیری نااہلیت نے تجھ کو ہم سے جُدا کیا۔ اگر ہم تم کو اپنوں میں شمار کر لیتے تو تُو ہم سے ''اور'' نہ تھا۔ مگر اس حالت میں ہم کیسے تمہیں اپنا بنا لیں' کوئی فوج تو بھرتی کرنا نہیں ہے بلکہ ہم تو کام کے آدمیوں کو لینا چاہتے ہیں۔

عزیز من! مجھ سے دل کا علم' ذوق کا علم' شوق کا علم لے لے۔

اے محروم! تو مجھ سے کہاں لے سکتا ہے۔ مجھے تو پہلے ہی کشف ہو چکا ہے کہ تجھ کو ان علوم سے میرے الفاظ کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ عدم مناسبت کی وجہ سے تجھے میرا ذوق نہیں مل سکتا۔ جس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔

بہر حال اب یوں مت کہہ یعنی یہ گلہ نہ کریں کہ اگر آپ میری دستگیری کرتے۔ یعنی سلسلہ میں لے لیتے' تو میں ضرورت اتباع کرتا۔ اب میرے ذمہ صرف نصیحت کرنا تیرے ذمہ ہر حالت میں خواہ میں دست گیری کروں یا نہ کروں اتباع کرنا اور میری بات کا سُننا ہے۔

یاد رکھو! کہ ذکر اللہ مشائخ کی صحبت سے دل میں بیٹھتا اور جمتا ہے۔ ہم سے تعلق پیدا کرو۔ ہماری محبت تمہارا ہی آزمایا ہوا تریاق ہے۔ ہم سے دور رہنا زہر قاتل ہے اور گستاخی خسروان فی الدنیا والاخرہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اے اللہ!

ہمیں جذبہ جہاد اور
جذبہ شہادت عطا فرما

U.K. گارمنٹس (انٹرنیشنل)

ایکسپورٹرز اینڈ مینوفیکچرز
آف ہوزری گارمنٹس

گارمنٹس اور بہترین ہوزری مصنوعات
یورپ اور امریکہ کو ایکسپورٹ کی جاتی ہیں

برائے رابطہ:- پل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد فون نمبر:- 665971

سمجھوتوں کی زندگی

ہم نے کسی دوسرے کی طرف سے جواب نہیں دینا۔ ہر کوئی اپنا جواب خود دے گا۔ مجھے اپنا جواب دینا ہے۔ آپ کو اپنا جواب دینا ہے۔ لہذا ہمیں کسی پر فتویٰ دینے سے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ میں کس صف میں ہوں۔ ان تین میں سے دنیا کا کوئی فرد باہر نہیں ہے صریحاً کفر کا حمایتی ہے، یا علی الاعلان ڈنکے کی چوٹ اسلام کا خادم ہے۔ کوئی اُس سے راضی ہو یا ناراض ہو، اُس کو نقصان ہو یا نفع ہو، اُسے جیل جانا پڑے یا اُسے اقتدار ملے، کوئی صورتحال بھی ہو وہ اسلام کی حمایت سے دست بردار نہیں ہوتا وہ اسلام کا خادم ہے اور تیسرا وہ ہے جو سمجھوتوں کی زندگی بسر کرتا ہے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان ۔ منارہ ضلع چکوال 21/2/03

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ o

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o

وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اٰلِـہَۃً لِّیَکُوۡنُوۡا لَہُمۡ عِزًّا o کَلَّا ؕ سَیَکۡفُرُوۡنَ بِعِبَادَتِہِمۡ وَیَکُوۡنُوۡنَ عَلَیۡہِمۡ ضِدًّا o اَلَمۡ تَرَ اَنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا الشَّیٰطِیۡنَ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ تَؤُزُّہُمۡ اَزًّا o فَلَا تَعۡجَلۡ عَلَیۡہِمۡ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَہُمۡ عَدًّا o یَوۡمَ نَحۡشُرُ الۡمُتَّقِیۡنَ اِلَی الرَّحۡمٰنِ وَفۡدًا o وَّنَسُوۡقُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ اِلٰی جَہَنَّمَ وِرۡدًا o لَا یَمۡلِکُوۡنَ الشَّفَاعَۃَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَہۡدًا o

علامہ مرحوم نے بہت خوب کہا تھا

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

دنیا میدان عمل ہے اور رب العالمین نے قیام قیامت شیطان کو بھی مہلت اور رخصت دی ہے۔ ہوتا دنیا میں وہی ہے، جو رب کریم کو منظور ہوتا ہے۔ دنیا کی فتح شکست کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ عین ممکن ہے کہ وقتی طور پر کفر کا غلبہ نظر آئے۔ یہ تو ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کے سینکڑوں نبی اللہ کی راہ میں شہید ہوئے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کفر غالب آ گیا۔ کفر کو آخر مٹنا تھا، مٹ گیا۔ باقی ہمیشہ حق ہی رہا۔ یہ کلمہ توحید جو اللہ نے ہمیں نصیب فرمایا ہے یہ وہی کلمہ ہے جو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پہ نازل ہوا۔ لا الہ الا اللہ آدم صفی اللہ، یہی لا الہ الا اللہ نوح نجی اللہ، لا الہ الا اللہ ابراھیم خلیل اللہ، اسمٰعیل ذبیح اللہ، موسیٰ کلیم اللہ، عیسیٰ روح اللہ، ہر نبی نے اپنے وقت میں اپنی نبوت کا اعلان فرمایا اور اُس کا اقرار ضروری ٹھہرا۔ لیکن بنیادی کلمہ لا الہ الا اللہ۔ آدم علیہ السلام کے زمین پر نازل ہونے سے لیکر آج تک قائم ہے اور انشاء اللہ جب تک سورج طلوع وغروب ہو رہا ہے یہ قائم رہے گا۔ یہی وہ کلمہ ہے جو آقائے نامدار ﷺ نے مخلوق کو سکھایا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

اس تسلسل کو ہی دیکھا جائے تو کفر کی کامیابی کہیں نظر نہیں آتی۔ کفر کی کامیابی کا معنی تو یہ تھا کہ کلمے کا یہ جزو، الوہیت باری کا یہ اعلان کہیں لڑکھڑا جاتا، کہیں مٹ جاتا، اس میں کوئی بات بدل جاتی۔ تو ہزاروں سالوں کی کفر کی جو کوشش تھی وہ اُسے تبدیل نہیں کر سکی اس کا مفہوم سیدھا سادا ہے کہ کفر ہمیشہ ناکام رہا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وقتی طور پر آقائے نامدار ﷺ کو مکہ مکرمہ ہجرت کرنا پڑی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وقتی طور پر مدینہ منورہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اور روئے زمین کی طاغوتی طاقتیں اُس کی طرف لپک رہی ہیں۔ اُسے صفحہ ہستی سے نابود کر دینا چاہتی ہیں۔ لیکن انجام کار کیا ہے؟ کتنے ایسے لوگ تھے جو مکہ مکرمہ میں شہید ہو گئے۔ کتنے ایسے لوگ تھے جو دوران ہجرت راہی اجل ہوئے۔ کتنے ایسے اللہ کے برگزیدہ بندے تھے صحابہ رسول اللہ ﷺ جو فتوحات سے پہلے شہید ہو کر اپنی منزل کو پہنچے۔ لیکن کسی نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ میں تو مر جاؤں گا، میں تو ختم ہو جاؤں گا۔ چونکہ مر جانا انسانی زندگی کی ایک منزل ہے موت کوئی عجیب چیز نہیں ہے موت زندگی سے پہلے ہے قرآن حکیم نے جب موت وحیات کا ذکر فرمایا تو فرمایا۔

خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا۔ ترتیب میں موت کو

پہلے رکھا۔ اس لئے پہلے رکھا کہ یہ اتنی یقینی ہے جیسے یہ کام ہو چکا ہو۔ عربی کا ایک اصول ہے کہ جو کام آئندہ ہونے والا ہو۔ اور وہ اتنا یقینی ہو کہ ہر حال میں ہوگا۔ تو بعض اوقات اُسے ماضی کے صیغے میں استعمال کر لیتے ہیں۔ جیسے وہ ہو چکا ہو۔ اس ترتیب میں بھی یوں ہی لگتا ہے۔ حالانکہ موت زندگی کے بعد آتی ہے لیکن ترتیب یوں بدل دی۔ خلق الموت و الحیوٰۃ۔ موت کو پیدا فرمایا اور زندگی کو پیدا فرمایا۔ یعنی موت اِسقدر یقینی ہے کہ جتنا ہمیں اپنے زندہ ہونے کا یقین ہے۔ اس سے زیادہ یہ یقین ہونا چاہیے کہ مجھے مرنا ہے۔ اس موت وحیات کی کشمکش میں دیکھا صرف یہ جاتا ہے۔ لیبلوَ کُمْ ایکم احسن عملاً۔ تم میں سے حسن عمل کس کے پاس ہے اور حُسن عمل کا معیار ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ والا صفات۔ اللہ کو جو کام پسند ہے اللہ کے نزدیک جس کام کو حُسن عمل کہا جاتا ہے، اللہ جس حُسن عمل کو قبول کرے گا۔ جس پر اجر دے گا وہ ہے اتباع محمد رسول اللہ ﷺ۔

لیکن چونکہ یہ ستیزہ کاری جاری ہے۔ حق و باطل کی جنگ جاری ہے اور یہ جاری رہے گی۔ اگر رات کا وجود ختم ہو جائے تو دن کی شناخت بھی ختم ہو جائے۔ اِسی طرح اگر شیطان اور اُس کا کام ختم ہو جائے تو شاید نیکی کی بھی کوئی قدر و قیمت باقی نہ رہے اور باطل میں یہی ایک مقابلہ ہے۔ اور بعض اوقات وقتی طور پر یوں لگتا ہے کہ باطل حق کو ہڑپ کر جائے گا۔ جیسے آج ہم روئے زمین کی صورتحال حال کو دیکھیں بین الاقوامی صورتحال کو دیکھیں تو یوں سمجھ آتی ہے کہ حق پرستوں، دین داروں اور کلمہ گو لوگوں کے لئے صرف موت اور تباہی کے علاوہ دنیا میں کچھ نہیں بچا۔ اور طاغوتی طاقتیں، غیر مسلم طاقتیں اور کفر جو ہے وہ دن بدن غالب آتا جا رہا ہے اور ایسی ترقی کر رہا ہے کہ گویا اسلام کو خدانخواستہ دنیا سے مٹا ڈالے گا۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز۔ اسلام کی حیات، دنیا زمین و آسمان کی حیات ہے۔ ہاں ایک وقت آئے گا جب

بنیادی کلمہ لا الہ الا اللہ۔ آدم علیہ السلام کے زمین پر نازل ہونے سے لیکر آج تک قائم ہے اور انشاء اللہ جب تک سورج طلوع وغروب ہو رہا ہے یہ قائم رہے گا۔

اسلام دنیا سے اٹھالیا جائے گا۔ اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات میں موجود ہے۔ کہ ایسی ہوا چلے گی کہ ہر دین دار آدمی وفات پاتا چلا جائے گا۔ جس میں جتنا زیادہ دین ہوگا وہ اتنا جلدی فوت ہو جائے گا۔ حتی کہ جس میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہے وہ بھی دنیا سے اٹھ جائے گا۔ جو باقی مخلوق رہ جائے گی اُس پر قیامت قائم ہو جائے گی۔ پھر سورج، چاند، ستارے ٹکرا جائیں گے۔ زمین پھٹ جائے گی۔ آسمان پھٹ جائیں گے۔ پھر دنیا باقی نہیں رہے گی۔ کسی نے عرض کی یا رسول اللہ قیامت کب ہوگی؟ فرمایا حتی لا یقال اللہ اللہ۔ جب دنیا پر کوئی فرد وبشر اللہ اللہ کہنے والا نہ رہا تو قیامت قائم ہو جائے گی۔ تو اسلام مٹے گا نہیں بلکہ قادر مطلق خود ہی عالم اسلام کو اور اہل ایمان کو دنیا سے اٹھالیں گے۔ تاکہ قیامت کے زلزلے سے یہ متاثر نہ ہوں اور کفار پر قیامت کا زلزلہ قائم ہوگا۔ وقتی طور پر لوگ مختلف چیزوں کو اپنا سہارا بنا لیتے ہیں ارشاد فرمایا۔

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰہِ اٰلِھَۃً لِّیَکُوْنُوْا لَھُمْ عِزًّا ○ اللہ کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کو اپنا معبود بنا لیتے ہیں۔ یاد رکھیں عبادت کا تصور صرف یہ نہیں ہے کہ ہاتھ باندھ کر قیام کیا جائے، یا رکوع و سجود کیا جائے تو عبادت ہے۔ نہیں، عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی سے نفع کی امید پر یا اُس کی ناراضگی سے نقصان ہونے کے اندیشے پر اُس کی غیر مشروط اطاعت کی جائے۔ اللہ کے مقابلے میں کسی کی ایسی اطاعت کی جائے اگر کوئی اللہ کی اطاعت کرتا ہے کسی کے کہنے پہ کرتا ہے۔ کسی عالم کے کہنے پر کرتا ہے۔ کسی نیک بندے کے کہنے پہ کرتا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کی اطاعت کرتا ہے۔ تو وہ اطاعت الٰہی ہے لیکن اللہ کے حکم کے خلاف کسی چیز پہ یہ بھروسہ کرنا کہ میرے نفع اور نقصان کی ذمہ داری یہی ہے تو یہی غیر اللہ کی عبادت ہے وہ فرد ہو، پتھر کا بت ہو یا جدید میکنزم ہو، جدید ٹیکنالوجی ہو، ایک اللہ ہی تصور کرنا ہے نا ایک ایسی چیز کو ماننا ہے۔ جس کے بھروسے پر وہ سمجھے کہ مجھے دنیا پہ غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ اب

اِس کے لئے وہ کسی بت کو سامنے رکھتا ہے یا کسی فرد کو سامنے رکھتا ہے یا کسی ٹیکنالوجی کو سامنے رکھتا ہے تو وہی اُس کا معبود بن جاتا ہے تو فرمایا۔ وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ اٰلِهَةً کفار نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبود گھڑ لئے اور اُس کی وجہ قرآن فرماتا ہے۔ لِیَکُونُوا لَھُم عِزًا ۝ تا کہ انہیں بہت بڑا منصب مل جائے وہ دنیا پہ غالب آ جائیں انہیں بہت بڑی عزت مل جائے۔

کَلَّا. فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہوگا کائنات اللہ کی ہے۔ چیزیں اور اسباب اللہ کے ہیں۔ مخلوق اللہ کی ہے۔ وہ چیزوں کی تاثیر بدل دیتا ہے۔ وہ ایسا قادر ہے کہ کسی کو زہر دیا جائے کہ یہ مر جائے گا وہ اُس سے اُس کو شفا دے سکتا ہے۔ وہ ایسا قادر ہے کہ کسی کو تریاق دیا جائے کہ یہ اس سے بچ جائے گا تو وہ اُسے اُس کی موت کا سبب بنا سکتا ہے۔

چوں قضا آید حکیم ابلہ شود
روغن بادام خشکی مے دہد

فرماتے ہیں کہ جب قضا آتی ہے تو حکیم بھی بے وقوف ہو جاتا ہے۔ دانا بے وقوف ہو جاتا ہے۔ الٹی دوائیں تجویز کرتا ہے اور اگر صحیح بھی دے روغن بادام دے جو سراسر تر ہوتا ہے وہ خشکی پیدا کر دیتا ہے چونکہ ہر چیز میں تاثیر تو اُس نے رکھی ہے۔ تو فرمایا کافر اللہ کے علاوہ اسباب کو، افراد کو، معبود بنا لیتے ہیں اِس خیال سے کہ اس وجہ سے یہ معزز ہو جائیں گے دنیا پہ غالب آ جائیں گے۔ کَلَّا ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ سَیَکْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝ ایک وقت آ رہا ہے کہ یہی کافر انہی چیزوں کی پرستش کا انکار کریں گے اور ان کے مخالف کھڑے ہو جائیں گے۔ کل جب میدان حشر میں آئیں گے اور جب یہ پوچھا جائے گا کہ میری ذات کو چھوڑ کر تم نے کس پر بھروسہ کیا تو یہی کافر جو آج ان چیزوں پہ اتنا اعتماد کئے بیٹھے ہیں کہ تسخیر عالم کا دعویٰ لئے پھرتے ہیں انکار کر دیں گے کہ ہمیں ان سے یہ امید نہیں تھی اور اُن کے مخالف ہو جائیں گے فرمایا۔

> اللہ کو جو کام پسند ہے اللہ کے نزدیک جس کام کو حُسنِ عمل کہا جاتا ہے، اللہ جس حسنِ عمل کو قبول کرے گا جس پر اجر دے گا وہ ہے اتباع محمد رسول اللہ ﷺ

الم ترا انّا ارسلنا الشیطٰن عَلَی الکٰفرین تؤزُّھم ازًّا ۝ آپ دیکھتے ہیں اے مخاطب! کہ شیطان کافرین کو ابھارتے ہیں بہت زیادہ جوش دلاتے ہیں۔ تؤزُّھم ازًّا ۝ انہیں بھڑکاتے ہیں وہ سیخ پا ہو جاتے ہیں ایک شعلہ بن جاتے ہیں۔

فلا تعجل علیھم. لیکن آپ اس معاملے میں گھبرایئے نہیں، کوئی جلدی نہیں ہے۔ انہیں اُچھل کود کر لینے دیں۔ انہیں شیطان کے ساتھ چل لینے دیجئے۔ انما نعُدُّ لھم عدًّا ۝ ہم نے ہر ایک چیز کی ایک حد مقرر کر دی۔ ایک وعدہ مقرر ہے اور کوئی چیز قدرت باری سے تجاوز نہیں کرتی۔ کوئی طاقت اُس کی بنائی ہوئی حدود سے متجاوز نہیں ہوتی۔ ایک حد ہے اور اُس حد تک ہی جا سکتے ہیں اور پھر ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب یہ کاروبار حیات سمیٹ دیا جائے گا۔ جب کائنات کا ہر باسی ہر وہ فرد جس نے اِس فضا میں ایک سانس بھی لی اور فوت ہو گیا۔ ہر وہ بچہ جو ماں کے پیٹ سے تو زندہ پیدا ہوا زمین پر سانس لیکر فوت ہو گیا۔ اُس سے لیکر سلاطین زمن تک آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر اُن لوگوں تک جن پر قیامت قائم ہوگی سب کو ایک جگہ جمع کیا جائے گا اور فتح وشکست کا پتہ اُس وقت چلے گا۔ یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدًا. جب ہم اللہ کے بندوں کو، اللہ کے نیک بندوں کو، اللہ کے متقی بندوں کو، نہایت عزت واحترام کے ساتھ معزز مہمانوں کی طرح اللہ کی بارگاہ کی طرف لے کر چلیں گے۔ فتح وشکست کا، کامیابی وناکامی کا پتہ اُس دن چلے گا جب ساری دنیا اول وآخر سب جمع ہوگی اور پھر اُس میں سے وہ لوگ جنہوں نے زندگی اللہ کی اطاعت میں گزاری۔ جنہوں نے کاوشیں اللہ کی رضا کیلئے کیں۔ جن کی محنت، جن کا مجاہدہ، اتباع رسالت پناہی ﷺ کے لئے تھا۔ جنہوں نے اپنی ذات کی نفی کی اور عظمت الٰہی کے لئے عمریں وقف کر دیں۔ وہ جنہوں نے اپنے آپ کو پہنچانا اور اپنے معبود برحق کو پہنچانا اور اُس کی رضامندی کے حصول کے لئے اپنے بس میں جو

کوششیں تھیں وہ کر گزرے۔

یہ الگ بات ہے کہ اُن کی زندگی میں حالات کیا رہے۔ غلبہ کس قوت کو رہا۔ بظاہر کون غالب رہا، کون ٹکڑا رہا۔ اس کا کوئی مدار نہیں ہے۔ مدار اس بات پر ہے کہ کون بندہ کس کے غلبے کے لئے کوشش کرتا رہا۔ کفر کے غلبے کی کوشش کے لئے کتنے کافر بھی تو مر گئے غلبہ اسلام سے پہلے اور کتنے مسلمان اسلام کے لئے اللہ کو پیارے ہو گئے جو غلبہ اسلام دیکھ نہ سکے۔ اُحد سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے میدان اُحد میں اللہ کو پیارے ہو گئے سب کا محاسبہ کیا جائے گا کہ کون کس کے لئے کیا کوشش کرتا رہا۔ دنیا میں کیا ہوا۔ یہ اُس کا اپنا کام ہے۔ دنیا میں نتائج کیا پیدا ہوئے یہ کام بندے کا نہیں ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اسلام غالب آئے تو آج ہم اسلام کے ساتھ ہیں۔ خدانخواستہ وقتی طور پر کفر غالب آتا۔ دیکھیں تو ہم بھاگ کھڑے ہوں یہ نہیں۔ مومن کا کام اول و آخر دین حق کی حمایت میں زندہ رہنا، دین پر جام شہادت نوش کرنا، دین پر موت کو لبیک کہنا، اور اللہ کے حضور سرخرو ہو کر پہنچنا ہے اور اس پر اُس کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔ دنیا میں وقتی طور پر کون غالب رہا۔ کون مغلوب ہوا، اِس کا ذمہ دار نہ میں ہوں نہ آپ۔ ہاں غلبہ اسلام کے لئے ہم نے کیا کیا۔

زندگی کی تین روشیں ہیں ایک روش ہے خالص حق کی حمایت کے لئے جم جانا۔ یہ مقصود ہے، یہی ایمان ہے، یہی اسلام ہے۔ نتائج سے بے نیاز ہو کر جو اپنے بس میں ہے وہ تادم آخر کئے جانا۔ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین۔ آخر دم تک غلبہ دین کے لئے، عظمت الٰہی کے لئے، کام کرتا چلے جانا۔ دوسری روش یہ ہے کفر کے غلبے کے لئے لالچ میں آ کر کہ اس طرف مجھے مفادات ملیں گے، اِس طرف مجھے پیسہ ملے گا، اس طرف مجھے دولت ملے گی، اِس طرف مجھے حکومت ملے گی، اِس طرف میرے لئے بڑی عظمت ہے تو کفر

جب دنیا پر کوئی فرد وبشر اللہ اللہ کہنے والا نہ رہا تو قیامت قائم ہو جائے گی۔ اسلام مٹے گا نہیں بلکہ قادر مطلق خود ہی عالم اسلام کو اور اہل ایمان کو دنیا سے اٹھا لیں گے

کے ساتھ کفر کی دوڑ میں اسلام کو مٹانے کے لئے شامل ہو جانا، ایک تیسرا طرز عمل سمجھوتوں کی زندگی ہے۔ سمجھوتوں کی زندگی یہ ہے کہ بظاہر تو دین کے ساتھ ہو۔ نماز بھی پڑھتا ہو، روزے بھی رکھتا ہو، حج بھی کرتا ہو، لیکن عملاً کفر کو ناراض کرنے کی جرات بھی نہ کرے اُس سے سمجھوتہ کر لے۔ عملی زندگی میں جہاں جہاں کفر کا غلبہ دکھائی دے وہاں کفر کے رنگ میں رنگا جائے۔ جہاں نماز پڑھنے سے کوئی نہیں روکتا نماز پڑھ لے، سود کھانے پہ مجبور ہے سود بھی کھالے، ایک نظام ہے کہ سود کھانا پڑتا ہے۔ سود کھالے نماز سے کوئی نہیں روکتا، نماز پڑھ لے۔ اب جیسے لوگ مغرب میں رہتے ہیں۔ یورپ میں ہیں، امریکہ میں ہیں، فار ایسٹ میں ہیں تو وہاں جو حرام کھایا جاتا ہے بیشتر مسلمانوں کو میں نے کھاتے دیکھا ہے۔ حالانکہ وہ نماز بھی پڑھ لیتے ہیں میں نے امریکہ میں عجیب بات دیکھی ہے کہ مسلمان نے نیچے کی منزل پر مسجد بنا رکھی ہے اور اسی کے اوپر جو دوسری منزل ہے اُس پر اُسی مسلمان نے شراب خانہ بنا رکھا ہے۔ یعنی یہ صورتحال بھی میں نے دیکھی ہے کہ نیچے مسجد ہے اور اوپر شراب خانہ ہے اور اُس میں وہی مسلمان بیٹھا شراب بیچ رہا ہے۔ لوگوں کو پلا رہا ہے۔ وہی بہرے (اردلی) جو سارا دن شراب پلاتے ہیں۔ جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو آ کے نماز بھی پڑھ لیتے ہیں۔ تو یہ ہے سمجھوتوں کی زندگی کہ جہاں سے گنجائش نکلے وہاں وہ اللہ کو بھی یاد کر لے۔ موقعہ ملے تو جا کر حج بھی کر آئے۔ اللہ کے نام پر صدقات بھی دے اور دوسری طرف دنیا کو لوٹ بھی رہا ہو۔ رات کو ڈاکہ مارے اور صبح کو دیگیں پکا کر اللہ کے نام پر بانٹ رہا ہو۔ یعنی رات کو کسی کا گھر لوٹ لے اور صبح غریبوں میں بانٹ رہا ہو یہ تیسری سمجھوتوں کی زندگی ہے۔ اس کے لئے قرآن نے جو لفظ استعمال فرمایا وہ ہے نفاق۔

یہ جو بندہ بین بین چلتا ہے۔ آدھا تیتر آدھا بٹیر، اسے قرآن منافق کہتا ہے۔ اور آخرت میں منافق کی سزا کافر سے زیادہ رکھی گئی

ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ جب اسلام کو غلبہ ہوا۔ مکہ مکرمہ کی زندگی مسلمانوں پر مشکل تھی۔ کٹھن تھی، کلمہ پڑھنا گویا پوری کافر دنیا کو مقابلے کی دعوت دینا تھا تو مکہ مکرمہ میں کوئی منافق ساتھ نہیں ملا۔ چونکہ کوئی دنیوی مفاد نہیں تھا۔ دنیوی نقصانات تھے گھر چھوڑنے پڑ رہے تھے، جائیدادیں چھوڑنی پڑ رہی تھیں، جانیں قربان کرنی پڑ رہی تھیں، مار پڑتی تھی، روزانہ کا راشن پانی بند ہو گیا تھا، مقاطعہ ہو گیا تھا۔ مشکلات تھیں۔ مدینہ منورہ میں آ کر جب ریاست اسلامی کی بنیاد پڑی تو لوگوں نے دیکھا کہ نئی حکومت بن رہی ہے۔ اس میں ہم بھی بھاگ کر شامل ہو جائیں۔ کل کو کوئی عہدہ مل جائے گا۔ اس طرف سے کچھ پیسے مل جائیں گے۔ ہماری اہمیت بن جائے گی۔ ایسے لوگوں کو منافق کہا گیا اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو منافقین کی نشان دہی بھی کر دی گئی تھی، عجیب بات ہے کہ ابن ابی جو منافقین کا سردار تھا وہ جب مرا تو حضور ﷺ کے کرم کی کوئی حد نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ارادہ کر لیا کہ میں اِس کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ جب تک زندہ رہا آپ ﷺ کے لئے، دین حق کے لئے، اور مسلمانوں کے لئے، نئے نئے فتنے کھڑا کرتا رہا۔ یہی ابن ابی ہے جو مکے والوں کو جا کر ابھار کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے لایا اور جنگ بدر ہوئی۔ اور بدر کے بعد پھر اس نے جا کر ابھارا اور پھر مقابلہ احد میں ہوا۔ اور عین میدان جنگ سے تین سو آدمی لیکر لشکر مصطفوی ﷺ سے الگ ہو گیا۔ تو آپ ﷺ اس کا جنازہ پڑھیں گے آپ ﷺ نے فرمایا یہ اُس کا کردار تھا۔ میں رحمۃ للعٰلمین ہوں اس پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ منافقین کو بخشا نہیں جائے گا اگرچہ آپ ﷺ اُن کے لئے ستر بار بھی دعا کریں۔ ستر کا لفظ عربی میں محاورۃً بولا جاتا ہے اِس سے مراد یقینی ستر کا ہندسہ نہیں ہوتا مراد ہوتا ہے بہت دفعہ۔ جیسے ہمارے اردو میں ہے کہ

> **اللہ کے متقی بندوں کو، نہایت عزت و احترام کے ساتھ معزز مہمانوں کی طرح اللہ کی بارگاہ کی طرف لے جایا جائے گا۔ فتح و شکست کا، کامیابی و ناکامی کا پتا اُس دن چلے گا جب ساری دنیا اوّل و آخر سب جمع ہو گی**

آپ ہزاروں دفعہ بھی کہیں میں یہ بات نہیں مانوں گا اس طرح عربی میں ستر کا لفظ بولا جاتا ہے کہ آپ ﷺ ستر بار بھی دعا کریں تو ان کے حق میں قبول نہیں ہوگی۔ تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے کرم کا اندازہ فرمائیے کہ آپ ﷺ نے فرمایا رب العٰلمین میں ستر سے زیادہ بار کردوں گا۔ اگر آپ ستر بار نہیں مانیں گے تو اِس سے زیادہ بار کردوں گا۔ تو پھر آیت کریمہ نازل ہوئی کہ آپ ﷺ۔ ولا تصل علی احد منھم مات ابداً ولا تقم علیٰ قبرہ ٥ نہ آپ ﷺ ان میں سے کسی کی قبر پر تشریف لے جائیں گے۔ نہ آپ ﷺ ان میں سے کسی کے لئے دعا کریں گے۔ آقائے نامدار ﷺ کو حکماً روک دیا گیا۔ قرآن حکیم میں حکم آج بھی موجود ہے۔ کہ آپ ﷺ ان میں سے کسی کی قبر پر تشریف نہیں لے جائیں گے۔ آپ ﷺ کا جانا ہی رحمت الٰہیہ ہے اِس لئے آپ ﷺ وہاں جائیں گے ہی نہیں اور ان پر کبھی بھی آپ ﷺ دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔

یہ یقیناً منافق کافروں سے بھی سب سے نچلی سطح جو جہنم کی ہوگی اُس میں ہوں گے۔ اور اس کی تفصیل میں تفسیر میں جو احادیث منقول ہوئی ہیں اُن میں ارشاد ہوتا ہے کہ کافروں سے نیچے منافقوں کا درجہ ہوگا اور کافر جب جہنم میں جلیں گے اُن کے زخموں سے جو خون اور پیپ بہے گی وہ منافقین کی غذا ہوگی۔

تو یہ تین طرح کی زندگی ہے۔ ہمیں کسی دوسرے پر فتویٰ دینے سے پہلے آپ کو تلاش کرنا چاہئے کہ ان میں سے ہم کہاں کھڑے ہیں؟ چونکہ ہم نے کسی دوسرے کی طرف سے جواب نہیں دینا۔ ہر کوئی اپنا جواب خود دے گا۔ مجھے اپنا جواب دینا ہے۔ آپ کو اپنا جواب دینا ہے۔ لہذا ہمیں کسی پر فتویٰ دینے سے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ میں کس صف میں ہوں۔ ان تین میں سے دنیا کا کوئی فرد باہر نہیں ہے صریحاً کفر کا حمایتی ہے، یا علی الاعلان ڈنکے کی چوٹ اسلام کا خادم ہے۔ کوئی اُس سے راضی ہو یا ناراض ہو، اُس کو نقصان ہو یا نفع ہو، اُسے جیل جانا پڑے یا اُسے اقتدار ملے، کوئی

صورتحال بھی ہو وہ اسلام کی حمایت سے دست بردار نہیں ہوتا وہ اسلام کا خادم ہے اور تیسرا وہ ہے جو سمجھوتوں کی زندگی بسر کرتا ہے۔

میری ذاتی رائے میں یہ جو وقتی طور پر کفر کا غلبہ ہے اور جس کے لئے ہم بڑی کوشش کرتے ہیں۔جلوس نکال رہے ہیں، کانفرنسیں بلا رہے ہیں، شور کر رہے ہیں۔کاش اس کے لئے ہم یہ بھی دیکھ لیں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ خدانخواستہ ہمارا کردار تیسری طرح کا ہو گیا ہے۔ جس کے نتیجے میں کفر کو غلبہ ہو رہا ہے۔کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم نے سمجھوتوں کی زندگی شروع کر دی ہے جہاں کفر نہیں روکتا وہاں ہم مسلمان ہو جاتے ہیں اور جہاں ہم دیکھتے ہیں کہ کفر ہم پر غلبہ کر رہا ہے وہاں ہم اُس کے ساتھ ہو جاتے ہیں یعنی کتنی عجیب بات ہے کہ ہم تبلیغ بھی کر لیتے ہیں، وعظ بھی کر لیتے ہیں، حج بھی کر آتے ہیں، زکوۃ بھی دیتے ہیں اور پھر سود بھی کھاتے ہیں حرام بھی کھاتے ہیں جھوٹے مقدمات بھی کرتے ہیں، جھوٹی شہادتیں بھی دیتے ہیں اور میں اپنے کردار سے حیران ہوتا ہوں۔

کہ پچھلے دنوں ہمارے گاؤں میں ایک چھوٹا سا معمولی سا واقعہ تھا۔ایک فرد جسے میں بہت اچھا سمجھتا تھا اور سارا دن مزدوری کرتا ہے۔اس نے اتنی بڑی خوبصورت سنت کے مطابق داڑھی رکھی ہے۔باقاعدہ پنجگانہ نمازیں پڑھتا ہے۔ہوسکتا ہے تہجد بھی پڑھتا ہو اور وہ واقعی موقع پر موجود نہیں تھا، بات سنی سنائی تھی لیکن جب اُسے پولیس نے کہا کہ اگر یہ دیندار آدمی قرآن اٹھا دے تو دوسرے کو چالان کر دیں گے۔تو اُس نے بلا حیل و حجت وضو کر کے قرآن اٹھا کے قسم اٹھالی۔بات صرف یہ تھی کہ محلے میں ہماری بات رہ جائے کہ انہوں نے مقدمہ کیا ہے اور وہ ثابت ہو گیا ہے۔اب بھلا ایسے دین کا کیا فائدہ اور یہ دینداری کس کھاتے میں شمار ہو گی۔یہ ہے تیسرے درجے والی دینداری کہ وقتی اور لمحاتی فتح کے لئے، وقتی طور پر اپنی بات کو

> **ویسے بھرے جو سارا دن شراب پلاتے ہیں، جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو آکے نماز بھی پڑھ لیتے ہیں۔ تو یہ ہے سمجھوتوں کی زندگی، کہ جہاں سے گنجائش نکلے وہاں وہ اللہ کو بھی یاد کر لے۔**

اونچا کرنے کے لئے، سارا دین داؤ پہ لگا دیا۔ اُسی فرد کو اب دیکھیں تو دل میں نفرت ہوتی ہے اور خدا کے خوف سے بندہ لرز جاتا ہے کہ بندے ایسا بھی کرتے ہیں۔ہم نے انا کو، اپنی ذات کو، مفادات کو، اتنی اہمیت دے دی۔

تو میرے بھائی اچھے لوگ وہی ہیں جو اس حقیقت کو سمجھ لیتے ہیں کہ شیطان کا کام ہے اللہ کریم نے اُسے مہلت دی ہے اور وہ کافروں کو۔ تو زُھم اڑا بھڑکا تا ہے، برانگیختہ کرتا ہے، آگ لگا دیتا ہے فرمایا فلا تعجل علیھم ○ اس سے گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ علامہ مرحوم نے کہا تھا عثمانی ترکوں کی حکومت ختم کی گئی تو بے شمار افراد شہید ہوئے۔

اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

کہ لاکھوں ستارے ڈوبتے ہیں تو ایک سورج طلوع ہوتا ہے۔آج اگر دنیا میں مسلمان کا خون ارزاں ہے تو لاکھوں شہدا کی قربانیاں انشاء اللہ غلبہ اسلام کا سورج طلوع کرنے کا سبب بنیں گی۔اس سے کبھی ناامید نہیں ہونا چاہئے کہ شاید کفر غالب آ گیا اور اسلام مٹ جائے گا۔ایسا کبھی نہیں ہوگا، کلا۔ ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔بیشک شیطان اُن کے ساتھ رہے۔ طاغوتی طاقتیں اُن کے ساتھ رہیں۔ منافقین اُن کے ساتھ رہیں۔ سمجھوتوں کی زندگی گزارنے والے اُن کے ساتھ رہیں۔دنیا کے سارے اسباب بھی یکجا ہو جائیں۔ مسبب الاسباب کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔تو خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا۔یہ لاکھوں مسلمان جو جام شہادت نوش کر رہے ہیں ان کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔غلبہ اسلام کا سورج طلوع کرنے کا سبب بن جائے گا۔یہ وہ ستارے ہیں جو سحر کی تلاش میں ڈوب ڈوب رہے ہیں۔ ہر شہید وہ ستارہ ہے جو تلاش سحر میں گم ہو جاتا ہے۔اور اُس کا گم ہونا ہی سحر کی آمد کا استعارہ بن جاتا ہے۔ جب ستارے ڈوبنے لگتے ہیں تو ہر ذی شعور یہ سمجھ جاتا ہے کہ سورج کے طلوع کا منظر آنے والا ہے، کہ ستارے نظروں سے اوجھل ہوتے جا رہے ہیں یہ جو لوگ حق کی حمایت میں اور احقاق

حق کے لئے اپنی جانیں نذر کر رہے ہیں یہ وہ ستارے ہیں جو طلوع آفتاب سے پہلے غروب ہوتے ہیں۔ ڈوبتے ہیں۔ جن کی قربانیاں سورج کو ابھارنے کا سبب بنتی ہیں اور پھر اصل فتح و شکست کا پتہ تو تب چلے گا۔

یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفداً o
جب ہم اپنے نیک بندوں کو قابل قدر اور قابل عزت اور معزز مہمانوں کی طرح بصد احترام اللہ کی بارگاہ کی طرف لے کر چلیں گے۔

ونسوق المجرمین الیٰ جهنم ورداً o
اور مجرموں کو زنجیروں میں جکڑ کر، گھسیٹ کر، کھینچ کر، جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ فتح و شکست کا پتہ تب چلے گا۔ کون ہارا کون جیتا، کس کے لئے عزت ہے اور کس کے حصے میں ذلت آئی۔

احباب گرامی! جیسا میں نے عرض کیا ہے موت زندگی سے مقدم ہے، ایک ولی اللہ کا بھائی فوت ہو گیا۔ کچھ لوگ جو اظہار افسوس کے لئے گئے تھے تو لوگوں کی عادت ہوتی ہے، وہ ضرور یہ بات پوچھا کرتے ہیں۔ جی کیا ہوا؟ بیماری کیا تھی؟ کس مرض کے سبب فوت ہوئے؟ موت کا سبب کیا بنا؟ تو کسی نے اُن سے پوچھ لیا کہ آپ کے برادر گرامی کی موت کا سبب کیا بنا؟ تو وہ فرمانے لگے اُس کی زندگی اُس کی موت کا سبب بنی۔ کوئی بیماری نہیں تھی۔ اُس کی موت کا سبب اُس کی زندگی تھی۔ چونکہ وہ زندہ تھا اس لئے اسے مرنا تھا۔ تو زندگی خود موت کا سب سے بڑا سبب ہے۔ زندہ ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ہمیں مرنا ہے۔

الایا ساکن القصر المُعَلّٰی
سَتُدفَنُ عَنْ قَریبٍ فی التراب
لَکُمْ ملکٌ الینا دل کُلَّ یَومٍ
لِدو الِلموت وَابنُ اللغرابی

اے اونچے محلوں کے رہنے والو! الا یا ساکن القصر المعلی۔ اے عالی شان محلات کے باسیوں ستدفن عن قریب فی التراب۔ بہت جلد تم زیرِ زمین دفن کر دیئے جاؤ گے۔ لکم ملک الینادی کل یوم۔ تمہارے لئے ہر روز ایک فرشتہ آواز لگاتا ہے۔

آج اگر دنیا میں مسلمان کا خون ارزاں ہے تو لاکھوں شہدا کی قربانیاں انشاء اللہ غلبہ اسلام کا سورج طلوع کرنے کا سبب بنیں گی۔ دنیا کے سارے اسباب بھی یکجا ہو جائیں مسبب الاسباب کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

لدُوا للموت وابن اللغرابی۔ پیدا ہوتا کہ تم مر جاؤ اور بڑی بڑی عمارتیں بناؤ تا کہ وہ برباد ہو جائیں۔ میاں محمد صاحب فرماتے ہیں۔

مگر شکاری کر کے تیاری بار چرینداں ہرناں
جو چڑھیا اُس ڈھہناں اوڑک جو جمیا اُس مرناں

تو میرے بھائی! اپنی موت کو اپنے سامنے رکھ کر اپنے لئے فیصلہ کیجئے اور فیصلہ کرنے میں جلدی کیجئے۔ میں دعا کر سکتا ہوں کہ اللہ مجھے بھی، آپ سب کو بھی حق کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائے اور سمجھوتوں کی زندگی سے، اور باطل کی حمایت سے، ہمیشہ محفوظ رکھے۔ سب سے بڑا خطرہ مال کے جانے کا ہوتا ہے مال ہمارا نہیں ہے اُس نے دیا ہے۔ ہمارے پاس ہے وہ لے لے گا اُس کا ہے۔ بادشاہ بھی گداگر بن جاتے ہیں۔ اور بہادر شاہ ظفر جیسے لوگ، نپولین بوناپارٹ جیسے لوگ مفلس اور قیدی بن جاتے ہیں۔ جن پر زکوٰۃ لگتی ہے اور عجیب بات ہے شاید یہ بات بہت سے لوگ نہیں جانتے نپولین بوناپارٹ بھی مسلمان ہو گیا تھا اور اس نے اسلام پر جان دی۔ شاید بہت سے تاریخ دانوں کو بھی اِس کا علم نہ ہو، چونکہ مغرب نے اس پر بڑی تہیں چڑھائیں کہ کسی طرح بھی یہ بات ظاہر نہ ہو لیکن اُس نے جب اپنی قید میں مذاہب عالم کا مطالعہ کیا تو اُس نے نعرہ لگایا تھا۔ کہ ہم حق کے خلاف لڑتے رہے، اپنی عزت کے لئے لڑتے رہے، اصل بات یہ تھی کہ عزت وعظمت اُس وحدہٗ لاشریک کے لئے ہے اور وہ مسلمان ہو کر دنیا سے رخصت ہوا تھا۔ عظمت اللہ کے لئے ہے، اللہ کے بندوں کے لئے ہے، العزۃ للّٰہ وَلِرَسُولِهٖ وَلِلْمُومِنین۔ اللہ کے لئے عزت ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے لئے عزت ہے اور اُس کے ایماندار بندوں کے لئے عزت ہے۔ اس کے خلاف جو بھی عزت کے لئے جائے گا اسے عزت نصیب نہیں ہوگی۔ مال کے لالچ میں جائے گا مال نصیب نہیں ہوگا، حکومت کے لالچ میں جائے گا حکومت چھن جائے گی، آخر رسوا ہوگا اور بے نواؤں کی طرح

جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا۔ لہذا زندگی کا کوئی لمحہ بھی آخری لمحہ ثابت ہوسکتا ہے۔ ہر فیصلے میں تاخیر نہ کیجئے۔ ہر فیصلہ سوچتے رہیے لیکن اس فیصلے میں تاخیر مت کیجیے کہ ہمیں حق کا ساتھ دینا ہے اِس میں ایک لمحے کی تاخیر بھی مت کیجیے، شاید وہی لحہ زندگی کا آخری لحہ ہو۔ اللہ کے نزدیک شاید ہمارے اعمال کی تو کوئی قیمت نہ پڑے اِس لئے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں۔ عبادت کرتے ہیں لیکن اُس کی بارگاہ میں تو محمد رسول اللہ ﷺ جیسے عابد کھڑے ہیں، وہاں تو انبیاء ورسل علیھم الصلوۃ والسلام دست بستہ کھڑے ہیں۔ وہاں تو ملائکہ اور فرشتے دست بستہ کھڑے ہیں۔ وہاں میری اور آپ کی نماز کی حیثیت کیا ہوگی؟ ہم اُس کے راستے میں کیا دیتے ہیں۔ اُس نے ہمیں کتنا دیا ہم اُس کے راستے میں کیا دیتے ہیں۔ اُس کی کیا حیثیت ہوگی؟ ہمارے کسی عمل کی کوئی حیثیت نہیں سوائے اِس کے کہ ہم اُس عمل پر اُس کا شکرادا کریں کہ اے اللہ تو نے ہمیں اپنے بندوں کی نقل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ہم خواہ ساری رات اللہ اللہ کریں، خواہ سارا دن عبادت کریں، ہمیں شکر اس بات کا کرنا چاہیے کہ وہ خلوص جو ملائکہ کے پاس ہے۔ وہ خلوص جو انبیاء ورُسل علیھم الصلوۃ والسلام کے پاس ہے۔ وہ خلوص جو امام الانبیاء ﷺ کے پاس ہے۔ وہ ہم کہاں سے لائیں گے ہماری نمازوں کی، ہمارے حج کی، ہماری عبادت کی، ہمارے اذکار کی، کیا قیمت ہے؟ سوائے اس کے وہ کسی عربی شاعر نے کہا تھا۔

اُحبُّ الصّالِحِینَ وَلَستُ مِنهُم.

مجھے نیک لوگوں سے محبت ہے لیکن میں نیک لوگوں میں سے نہیں ہوں، میں نیک لوگوں سے ٹوٹ کر محبت کرتا ہوں۔ لیکن میں اُن میں سے نہیں ہوں۔ ہاں یہ امید کرسکتا ہوں کہ اُن کی محبت کے طفیل اللہ مجھ سے درگزر فرمائے اور معاف کردے۔

تو ہماری ساری نیکی صرف یہ ہے میں جو

> **نپولین بونا پارٹ بھی مسلمان ہو گیا تھا اور اُس نے اسلام پر جان دی، شاید بہت سے تاریخ دانوں کو بھی معلوم نہ ہو چونکہ مغرب نے اس پر بڑی تہیں چڑھائیں**

پورے خلوص کے ساتھ یہ سمجھتا ہوں کہ ہماری سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ ہم یہ طے کرلیں کہ اللہ ہم جیسے بھی ہیں ہم خطاکار، ہم گنہگار، ہم جاہل، ہم بے علم، لیکن ہم تیرے دین اور تیرے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہیں۔ اُس میں مریں گے۔ اُسی پر جئیں گے۔ انشاء اللہ۔ ہوسکتا ہے ہمارا یہ فیصلہ اُسے اچھا لگے۔ وہ ایسا کریم ہے کبھی ایک مورناتواں کی بھی سُن لیتا ہے۔ موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے میں قحط پڑا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے دعا فرمائی تو حکم ہوا کہ قوم کولیکر دعا کے لئے نکلیے جب آپ علیہ السلام نے اعلان فرمادیا۔ دعا کے لئے نکلے، تو تفاسیر میں ملتا ہے کہ حکم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام لوٹ جاؤ۔ لوگوں سے کہو کہ پلٹ جائیں بارش آرہی ہے۔ وہ بڑے حیران ہوئے بارالٰہی ہم تو گھروں سے نکل رہے تھے اور ابھی میدان میں نہیں پہنچے۔ ہم نے دعا نہیں کی۔ ہم نے استقا کی نماز ادا نہیں کی۔ فرمایا تمہیں نظر نہیں آرہا لیکن تمہارے پاؤں کے پاس ایک چیونٹی اپنی ٹانگیں الٹی کئے زمین پر پڑی ہے اور بارش کے لئے دعا کررہی ہے۔ فرمایا میں نے اُس کی بات مان لی ہے۔ تو وہ جو ایک چیونٹی اور مورناتواں کی بھی سنتا ہے وہ ہمارے اس فیصلے کو قبول فرمالے کہ اے اللہ ہمارا جینا مرنا تیرے دین کے ساتھ، تیرے نبی ﷺ کے ساتھ، اور حق کے ساتھ ہے، ہمیں اس پر قائم رکھ، اسی پر موت نصیب فرما اور اہل حق کے ساتھ حشر فرما، وقتی طور پر کفر کے غلبے سے پریشان نہیں ہونا چاہیے، کہ انجام کار رات کی تاریکیوں کو مٹنا ہے اور روز روشن کو چمکنا ہے۔

قلب وانابت

فرمایا۔ خواہ کتنا گناہگار ہو لیکن جب اس کے دل کی گہرائی میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ میں اللہ کی طرف راستہ تلاش کروں تو وہ گمراہ نہیں رہتا۔ یھدی الیہ من ینیب جس کے دل میں یہ تڑپ سنجیدگی سے، خلوص سے پیدا ہو جائے کہ مجھے اللہ کی راہ مل جائے، راہ ہدایت مل جائے۔ اللہ اسے راہ ہدایت پر لگا دیتے ہیں اس کے اسباب بنا دیتے ہیں۔ ایسے علوم ایسے لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں انہیں ایسی مجالس میں، ایسی محافل میں پہنچا دیتے ہیں جہاں اس کا کام بن جاتا ہے۔

ہوزری و شٹل لیس لومز کیلئے بہترین اور معیاری دھاگہ

اسلم برانڈ یارن

ASLAM BRAND YARN

16/PC
22/PC
24/PC
26/PC
30/PC

اسلم ٹیکسٹائل ملز

ہیڈ آفس
پل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد
667571
667572

قربانی کی حقیقت

اب تو تہذیب جدید آ گئی اب لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جتنے جانور ذبح ہوتے ہیں۔ یہ سارے پیسے جمع کر لئے جائیں۔ تو بہت سی یونیورسٹیاں کھل سکتی ہیں' بڑی سڑکیں بن سکتی ہیں' نہریں کھودی جاسکتی ہیں' اور بہت سے کام ہو سکتے ہیں' لیکن کیا وہ یونیورسٹیاں' وہ نہریں' وہ سڑکیں' یہ درد دیں گی جو قربانی کر کے نصیب ہوتا ہے؟ ارے آپ کی یونیورسٹیوں نے تو لوگوں کو اخلاق باختہ کر دیا۔ آپ کی تہذیب نے تو لوگوں کا سکون چھین لیا۔ آپ کی اس جدید مغربیت نے اور جدید تہذیب جس پہ دنیا فریفتہ ہے۔ اس نے تو لوگوں سے آبرو تک چھین لی۔ اس نئی روشنی سے آدمی کے پاس بچا کیا۔ وہ دل جلے نے کہا تھا۔ کہ اندھیرا ہو رہا ہے بجلی کی روشنی میں۔

خطاب مولانا اکرم اعوان

دارالعرفان' چکوال 14-02-03

بسم اللہ الرحمن الرَّحیمo

اَلحَمدُلِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَo الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِo مٰلِکِ یَومِ الدِّینِo اللہ اکبر. اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد. اللہ اکبر اللہ اکبَر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہِ الحمد. اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وَلِلّٰہِ الحَمدo

دین اسلام میں رب العالمین نے دو عیدیں مقرر فرمائی ہیں جنہیں عیدین کہا جاتا ہے۔ ایک تہوار رمضان المبارک کے خاتمے پر اُس رب جلیل کا شکر ادا کرنے پر منعقد ہوتا ہے۔ جس کے لئے قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

وَلِتُکمِلُوا العدۃ ولتکبرو اللہ علیٰ ماھد کُم لعلکم تشکرون.

جب تم رمضان کی گنتی پوری کر چکو تو اللہ کی بڑائی بیان کرو۔ اُس کا شکر ادا کرو۔ اور اس بات پہ شکر ادا کرو کہ اُس نے تمہیں ہدایت نصیب فرمائی۔ ایمان کی دولت سے مالا مال فرمایا۔ اور اپنی رضا کی خاطر تمہیں رمضان المبارک کی برکات سے مستفید ہونے کا موقع نصیب فرمایا۔ تمہارا یہ اظہار تشکر اور اللہ کی کبریائی کا اعلان تمہیں اُس کے شکر گزار بندوں میں شامل کر دے گا۔ لَعَلَّکُم تشکرون۔ تا کہ تم شکر ادا کرنے والے کہلاؤ' قرآن حکیم جس جملے سے شروع ہوتا ہے وہ جملہ ہی بڑا عجیب ہے۔

اَلحَمدُلِلّٰہِ رَبِّ العالمین o اَلحَمد سے مراد ہر طرح کی بھلائی' ہر خوبی' ہر کمال' ہر اچھائی' لِلّٰہِ۔ صرف اللہ کے لئے ہے۔ اگر ہیرے میں چمک ہے۔ اُس کی عطا کی ہے۔ سونے کی قیمت ہے' تو اُسے قیمت اُس اللہ نے بخشی ہے۔ کسی کے پاس مال ہے' صحت ہے' حکومت ہے' دولت ہے' تو جو کچھ بھی ہے جو بھی کمال ہے' وہ اُس کا عطا کردہ ہے اور وہ جب چاہے واپس لے سکتا ہے۔ بڑا دیدہ بینا ہے۔ کسی کے پاس ہم دیکھتے ہیں کہ وہی بندہ آنکھوں سے محروم دیواریں پکڑ کر چل رہا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اُس کا اپنا نہیں ہے۔ دینے والے کی عطا ہے۔ اُس نے دیا۔ جب چاہا واپس لے لیا بندے کے پاس طاقت ہوتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ تو دنیا کو اُلٹ دے گا۔ ایک وقت آتا ہے کہ وہ خود کو اٹھا نہیں سکتا۔ زندہ بھی ہوتا ہے لیکن اپنا وجود اٹھا کر چلنے میں محتاج ہوتا ہے۔ زندگی ہی کھو بیٹھتا ہے اور اُس کا وجود اٹھانے کے لئے دوسروں کی ضرورت پڑتی ہے۔ تو کوئی خوبی' کوئی کمال' جہاں نظر آتا ہے یہ اُس کا عطا کردہ ہے یہ الگ بات ہے کہ جس پر اُس نے مہربانی کی وہ اُس کا شکر ادا کرتا ہے یا نہیں۔ اگر ادا نہیں کرتا تو وہ بھی اُس کی ذات کے سامنے جوابدہ ہے اور اُس کے لئے اُس نے ایک معین وقت رکھا ہے۔ دنیا میں وہ رحمٰن ہے۔ رب العالمین ہے۔ تمام کائنات میں ایک تنکے سے لیکر ایک مچھر یا مکھی تک بڑی سے بڑی مخلوق تک اُس کی عطا کی محتاج ہے۔ سب کو وہ دیتا ہے لیکن اُس نے ایک وقت رکھا ہے۔ اقتدار و اختیار بھی ہے۔ لوگوں کے پاس طاقت اور قوت بھی ہے۔ علم بھی ہے۔ بڑے بڑے جدید علوم ہیں لیکن یہ سب کیا ہیں؟ کیا علوم جدیدہ نے کوئی چیز تخلیق فرمائی' ہرگز نہیں۔ وہ اکیلا خالق ہے اور تمام جدید علوم بھی اُس کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو آمیز مختلف نسبتوں سے کرتے ہیں۔ چند چیزوں کو ملاتے ہیں ایک نئی چیز بن جاتی ہے۔ کوئی نئی چیز تخلیق' کوئی نہیں کرتا۔ وہ اکیلا خالق ہے۔ جنہیں ہم ایجادات کہتے ہیں یا ہم سمجھتے ہیں کہ

فلاں شخص نے بنا دی۔ ایجاد صرف یہ ہوتی ہے کہ جو چیزیں پہلے سے موجود ہیں اُنہی کو ملا کر' اُن کے لئے' اُن سے ایک اور آمیزہ تیار کر دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ انسانی ذہن اُسے انسانوں کی بہتری کے لئے تیار کرتا ہے۔ یا انسانی ذہن اُسے انسانی تباہی کے سامان پیدا کرتا ہے۔ اگر چند ذرات کو ملایا ایک ایٹم بم بھی اُس سے بن سکتا ہے اور چند ذرات کو ملائیں کہ ایک جہان روشن ہو سکتا ہے۔ بجلی بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ وہی چیزیں نافع بھی ہو سکتی ہیں۔ وہی چیزیں مضر بھی ہو سکتی ہیں۔ لیکن اُن میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے۔ جو کسی کے علم کی تخلیق ہو جو کسی دانا کی' دانش کی' تخلیق ہو۔ بلکہ تخلیق شدہ چیزیں جو ہیں۔ اُنہی کا آمیزہ بنایا جاتا ہے اس لئے کہ وہ رب العلمین ہے جو کچھ بھی اُس کی ذات کے علاوہ ہے۔ سب کو پیدا کرنا قائم رکھنا' اُن میں وہ اوصاف پیدا کرنا۔ یہ اُس اکیلے کی قدرت کاملہ ہے۔ اب اِس کے اظہار تشکر کا اُس نے ایک انوکھا انداز اپنایا۔ نوح علیہ السلام کے زمانے میں جب نوح علیہ السلام کا طوفان آیا۔ جس کے لئے انہوں نے دعا کی تھی نو سو پچاس برس انہوں نے تبلیغ فرمائی۔ میرے خیال میں تو پچاس برس بھی پچاس صدیاں لگتے ہیں۔ جب اللہ کا نام لینا ہی جرم قرار پائے۔ تو پچاس برس بھی پچاس صدیاں لگتی ہیں لیکن انہوں نے نو سو پچاسی برس تبلیغ فرمائی اور نو سو پچاسی برس شدید مخالفت کا سامنا کیا اور نا اُمید ہو کر قوم سے دعا کی۔ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ اے اللہ روئے زمین پر کسی کافر کو باقی نہ چھوڑ اِس لئے کہ اگر تو نے ان میں سے کسی کو بھی چھوڑ دیا تو اُس کی جو نسل بڑھے گی وہ بھی کافر ہی ہوگی۔ ان میں صلاحیت ختم ہو چکی ہے اور یہ تیرے اُن بندوں کو جو چند نفوس قدسیہ سہی۔ ہدایت پر ہیں اُن کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ دعا قبول ہوئی اور ایسا طوفان اٹھا کہ چشمے تو چشمے۔ تنوروں میں سے بھی پانی اُبلنے لگا۔ دریا' چشمے اور سمندر جو پہلے پانی تھا۔ جہاں آگ جلتی تھی۔ جو تنور تھے

> **اے اللہ روئے زمین پر کسی کافر کو باقی نہ چھوڑ اس لئے کہ اگر تو نے ان میں سے کسی کو بھی چھوڑ دیا تو اُس کی جو نسل بڑھے گی وہ بھی کافر ہی ہوگی۔**

اُن میں سے بھی پانی کے دریا بہہ نکلے۔ اور ساری کائنات ایک دفعہ زیر آب چلی گئی' سوائے ایک کشتی کے جو نوح علیہ السلام نے بنائی تھی اور اُس میں بھی مفسرین کے بقول اَسّی کے قریب مرد اور خواتین سوار تھے۔ جو ساڑھے نو سو سال کی محنت تھی۔ جب یہ طوفان آیا تو بیت اللہ جو آدم علیہ السلام کے زمانے سے قائم تھا اُس کی عمارت بھی اُس کی نذر ہوئی اور بیت اللہ شریف میں ایک پتھر جو آدم علیہ السلام کو جنت کی یادگار کے طور پر عطا ہوا تھا۔ وہ لگا ہوا تھا اُسی پتھر کو قدرت کاملہ نے ایک پہاڑ میں محفوظ فرما دیا۔ اور

پھر اُن کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ تو انہیں پہلے تو یہ حکم دیا گیا کہ عین بڑھاپے میں آخری عمر میں اللہ نے ایک چاند سا فرزند عطا فرمایا۔ اور محبوبہ بیوی حضرت ہاجرہؓ تعالیٰ عنہا کے بطن سے عطا فرمایا۔ وہ بھی عمر رسیدہ تھیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی عمر رسیدہ تھے اور بیٹے کا دمکتا ہوا چہرہ جو نور محمد ﷺ تک کا امین تھا۔ سورج اور چاند سے زیادہ روشن۔ تو حکم دیا گیا کہ اے میرے خلیل علیہ السلام ان ماں بیٹوں کو لیکر ایک جگہ چھوڑ آؤ۔ جس کی رہنمائی جبرائیل امین کریں گے۔ اب وہ سوار ہوئے انہیں بھی ساتھ لے لیا۔ زادِ سفر لیا۔ پانی لیا اور تفاسیر میں ملتا ہے کہ جہاں پڑاؤ ڈالتے تو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام جبرائیل امین سے پوچھتے۔ کہ یہی جگہ ہے وہ فرماتے نہیں' حضرت آگے چلنا ہے۔ بڑی مسافت کے بعد جب مکہ مکرمہ کی جگہ اور عین بیت اللہ کی جگہ پہنچے۔ تو انہوں نے فرمایا یہ قیام کی جگہ ہے ابھی تک انہیں یہ علم نہیں تھا کہ یہاں بیت اللہ شریف تعمیر کرنا ہے۔ لیکن فرمایا حکم یہ ہے کہ آپ علیہ السلام اپنی اہلیہ محترمہ اور بچے کو یہاں چھوڑ دیں اور آپ واپس تشریف لے جائیں تو جو بچا کھچا زادِ راہ تھا' کچھ تھوڑا سا کھانے کا سامان اور چھوٹا سا مشکیزہ پانی کا وہ انہوں نے حضرت ہاجرہؓ کے سپرد فرمایا۔ اور فرمایا میں واپس جا رہا ہوں گھوڑے پر سوار ہونے لگے۔ رکاب میں پاؤں رکھا' تو انہوں نے دامن تھام لیا اور عرض کی کہ آپ کیا کر رہے ہیں اور یہاں تو میلوں تک آبادی کے آثار نہیں ہیں۔ اور صحرا ہے اس میں کوئی پرندہ

بھی نظر نہیں آتا کہ کہیں کوئی پانی ہو۔ صحرا میں کہیں اگر زندگی کے آثار ہوں تو کم از کم پرندے تو نظر آتے۔ یہاں تو میلوں تک کوئی پرندہ بھی نہیں اس کا مطلب ہے میلوں تک کہیں پانی کا نشان نہیں ہے۔ کوئی آبادی نہیں۔ کوئی انسان نہیں بستا۔ تو آپ علیہ السلام ہمیں چھوڑ کر کیوں جا رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ میرے اللہ کا حکم ہے اور اُس عظیم خاتونؓ نے فرمایا کہ اگر اللہ کا حکم ہے تو وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ آپ علیہ السلام بے شک تشریف لے جائیے۔ ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔ اور جب آپ علیہ السلام چل نکلے اور تب تک چلتے رہے جب تک نظروں سے اوجھل نہیں ہوئے۔ جیسے تھوڑا سا مڑنے تھوڑی سی دور جا کر۔ ایک وادی میں آنکھوں سے اوجھل ہو گئے کھڑے ہو کر دعا کی۔

اے اللہ! اُجاڑ بیابان میں تیرے حکم کے مطابق اپنی اہلیہ اور بچے کو چھوڑے جا رہا ہوں۔ تو قادر ہے تو چاہے تو اسے آباد کر دے اور تو قادر ہے تو چاہے تو دنیا کی ہر نعمت یہاں پہنچا دے۔ تیری قدرت کاملہ سے تو کچھ بعید نہیں ہے۔ اور یہ اُنہی کی دعا کا اثر ہے کہ تب سے لیکر قیامت تک مکہ مکرمہ میں کسی موسم کی قید نہیں ہے۔ ہر موسم کا ہر پھل سارا سال ملتا ہے۔ ہر سبزی سارا سال ملتی ہے۔ دنیا کی ہر نعمت کسی موسم کی محتاج نہیں ہے۔ آج جدید ٹیکنالوجی سے لوگوں نے مصنوعی طور پر سبزیاں اور پھل پیدا کئے اور ہر جگہ ملتے ہیں لیکن آج ملتے ہیں مکہ مکرمہ میں آج نہیں۔ اس کی ساری تاریخ سے قیام مکہ تک پڑھ جائیے۔ سیدنا خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے لیکر آج تک مکہ مکرمہ دنیا کا واحد شہر ہے۔ جہاں دنیا کی ہر نعمت، ہر وقت ملتی ہے۔ لیکن اُس کی بنیاد یہ ایک بچہ ہے۔ جو شیر خوار تھا اور ایک عمر رسیدہ خاتون ہے اُس نوزائیدہ بچے کے ساتھ اور ایک اللہ کی ذات ہے ایک دن چلا، دو دن چلا، تین دن چلا ہوگا، پانی ختم ہو گیا۔ کھانا ختم ہو گیا۔ حتی کہ مائی صاحبہ کے سینہ پرنور سے بچے کے لئے دودھ خشک ہو گیا دودھ باقی نہ رہا۔ تو آپؓ نے چاہا کہ یہ ساتھ جو پہاڑیاں ہیں ان

اس عظیم خاتونؓ نے فرمایا کہ اگر اللہ کا حکم ہے تو وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ آپ علیہ السلام بے شک تشریف لے جائیے۔ ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔

پر چڑھ کر دیکھا جائے۔ یہ جگہ بہت گہری تھی۔ جو اب جا کر حجاج کرام دیکھتے ہیں یہ بہت سی بھر گئی ہے۔ نیچے جو زم زم ہے تہ خانے میں اُس سے بھی جگہ گہری تھی۔ اور صفا اور مروہ کافی اونچی پہاڑیاں تھیں۔ یہ ایک وادی تھی جہاں چار پانچ وادیاں آ کے ملتی ہیں اور ایک وادی کو پانی جا کے نکل جاتا ہے۔ درمیان میں چھوٹا سا ٹیلہ تھا۔ جس کے گرد پانی طواف کر کے نکل جاتا تھا جس پر بیت اللہ ہے۔ ابھی بیت اللہ شریف کی بات نہیں چھڑی کہ بچہ پیاس سے جاں بلب ہو گیا۔ جاں بلب ہو گیا تو مائی صاحبہ پہلے کوہ صفا پر چڑھیں کہ نظر دوڑاؤں کہیں کوئی آثار آبادی کے، کہیں کوئی پرندہ، کوئی پانی کا پتہ چلے۔ کچھ نظر نہیں آیا تو آپؓ اُترنے لگیں پھر مروہ کی طرف گئیں۔ لیکن جب وادی میں اُتریں اور بچہ نظروں سے اُوجھل ہو گیا تو نگاہ بچے کی طرف تھی اور دوڑتی جاتی تھیں۔ کہ جلدی جلدی جاؤں مبادا جنگل کا کوئی جانور ہی نقصان پہنچا دے۔ تب تک دوڑتی رہیں جب تک دوسری پہاڑی پر چڑھ کر پھر بچہ نظر نہیں آنے لگا۔ وہاں سے پھر چلنے لگ گئیں۔ پہاڑی پر نظر دوڑائی، پھر واپس چل پڑیں۔ جہاں بچہ نظر آتا تھا وہاں تک چلتی آئیں۔ پھر دوڑنا شروع کر دیا۔ جب ساتویں چکر پر آ کر صفا پر کھڑی ہوئیں تو دیکھا کہ جہاں ننھا اسمٰعیل علیہ السلام ایڑیاں رگڑ رہا ہے وہاں سے تو پانی کا چشمہ پھوٹ رہا ہے اور یہ زم زم اُنہی کا دیا ہوا نام ہے کہ جب پانی بہت پھیلا اور بہنے لگا تو انہوں نے اردگرد ریت کی دیواریں کھڑی کیں۔ اور حکم دیا، زم زم اُس زمانے کی زبان میں مطلب تھا رُک جا ٹھہر جا تھم جا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ اگر مائی صاحبہ اسے ٹھہرنے کا حکم نہ دیتیں تو یہ اتنا بڑا دریا بنتا کہ دنیا میں بہتا ہوا چلا جاتا اور قیامت تک بہتا رہتا۔

اس کے باوجود سوا چودہ سو سال اُمت مسلمہ کے بھی اس پر گواہ ہیں اور پھر جب سے ٹیوب ویلوں کا سسٹم آیا۔ تب سے اُس میں بہت بڑا ٹیوب ویل لگا ہے اور رات دن چلتا ہے اُس میں کبھی کوئی کمی نہیں آئی۔ اور اُس میں صرف یہ نہیں کہ صرف پانی تھا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اِس میں ہر مرض کی دوا ہے کسی بھی مرض کا مریض اگر مکہ مکرمہ آئے تو اتنا پانی پیئے۔ اتنا پیئے۔ پیاس سے نہیں' اتنا پیئے کہ وہ سمجھے کہ پیٹ پھٹ جائے گا یہ اُس کے ہر مرض کی دوا ہے۔ اگر وہ اتنا پانی پیئے کہ وہ سمجھے کہ اِس سے زیادہ ایک گھونٹ میں نہیں بھر سکتا تو اُس کی شفا کے لئے یہ کافی ہے اور عجیب بات ہے۔

۱۹۷۴ء میں' میں نے ایک کافی بڑی بوتل غالباً ڈیڑھ دو گیلن کی ہوگی۔ میں نے وہاں سے آبِ زم زم کی بھری میرے پاس ابھی تک دفتر میں آج بھی موجود ہے الحمد للہ وہاں سے اُس پر جو میں نے ٹیپ لگا کر اُس کا منہ بند کیا تھا کہ جہاز میں وہ اُس وقت کہتے تھے کہ لیکیج نہیں ہونی چاہئے وہ ٹیپ اُس پر ابھی تک لگی ہوئی ہے اور اُسے آج آپ الٹ کر دیکھیں تو کوئی منرل ایسا نہیں ہے جو اُس میں نہ ہو اُس میں سارے منرل جو تھے وہ جم کر ذرات بن گئے میں نے اُسے کھولا نہیں نہ اُس کا لیبارٹری ٹیسٹ کرایا ہے اِس لئے کہ میں اُسے کھولنا چاہتا نہیں کہ اور لوگوں کے پاس شاید اس سے زیادہ دیر کا پڑا ہے لیکن اُس میں منرل نظر نہیں آتے یہ اللہ کی قدرت اُس نے مہربانی فرمائی اور میرے پاس کئی لوگ آئے انہوں نے کہا اِس سے میرے پاس اسی سے پہلے کا پڑا ہے لیکن اُسی میں نظر نہیں آتے میرے پاس بوتل آج بھی رکھی ہے۔ اسے آپ اس طرح ہلا کر دیکھیں دنیا بھر کے جتنے منرلز ہیں جو مختلف علاجوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ اُس میں موجود ہیں۔ کوئی ساتھی چاہے تو نماز کے بعد دیکھ بھی سکتا ہے۔ اللہ نے ہر مرض کی دوا اُس میں سمو دی۔ اور پھر جب پانی آیا تو پھر پرندے آئے' پھر کسی قافلے کا گزر ہوا۔ صحرا میں وہ ہمیشہ گزرتے تھے وہ سمجھتے تھے یہاں تو کوئی نہیں۔ یہاں تو صحرا ہے پانی کے ذخیرے لیکر چلتے تھے۔ لیکن جب پرندے دیکھے تو پلٹے اِس طرف کہ یہاں تو کوئی پانی کے آثار ہیں۔ جب آئے تو مائی صاحبہ کو اور ننھے بچے کو دیکھا۔ اور جگہ انہیں

> **سیدنا خلیل اللہ علیہ اصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے لیکر آج تک مکہ مکرمہ دنیا کا واحد شہر ہے۔ جہاں دنیا کی ہر نعمت' ہر وقت ملتی ہے۔**

پسند آئی تو انہوں نے کہا یہاں کیوں نہ مستقل قیام کر لیا جائے یہ تو بہت مزے دار پانی ہے۔ یہاں قیام کریں اور یہاں سے اپنے تجارتی سفر ادھر اُدھر کیا کریں۔ تو یوں مکہ مکرمہ کی بنیاد پڑی شہر بنا۔

جب سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر چند برس ہوئی قرآن حکیم نے برس نہیں بتائے یہ ضرور ارشاد فرمایا فلما بلغ معہ جب وہ اس قابل ہوئے کہ باپ کی انگلی تھام کر ساتھ چل سکیں۔ تو دوسرا حکم آ گیا۔ آپ علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ میں بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کر رہا ہوں۔ اب دیکھیے حضرت ہاجرہؓ عنہا کی عظمت کہ جس بے قراری اور بے تابی سے وہ دوڑیں اللہ نے اُسے حج کا رُکن بنا دیا فرمایا جو بھی میرے دروازے پہ آئے بیت اللہ میں جو بھی آئے وہ حج کرے یا عمرہ کرے صفا مروہ کی سعی اُسی طرح کرے جہاں مائی صاحبہ چلیں تھیں۔ وہاں چلے۔ جہاں وہ دوڑی تھیں۔ وہاں دوڑے اور عجیب بات ہے کہ رحمتہ للعٰلمین ﷺ رحمت مجسم حضرت محمد رسول ﷺ نے بھی سعی فرمائی۔ لیکن اس کے باوجود وحی الٰہی کو سمجھنا اور اُس کا مطلب بیان کرنا یہ منصب نبوت ہے۔ غیر نبی نہیں سمجھ سکتا۔ اِس لئے قرآن میں ارشاد فرمایا کہ میرے حبیب ﷺ یہ آپ ﷺ کا منصب ہے۔

لتبین للناس مانزل الیھم٥

یہ آپ ﷺ کا منصب جلیلہ ہے کہ لوگوں کو آپ ﷺ بتائیں کہ اُن پر کیا نازل کیا گیا؟ اِس کا مفہوم کیا ہے؟ اور آپ دیکھتے ہیں اور آپ دیکھ سکتے ہیں کہ جتنے گمراہ فرقے ہیں وہ قرآن کی عبارت تو نہیں بدل سکتے لیکن معنیٰ گھڑ کے تو وہ اپنے فرقے کی بنیاد رکھتے ہیں۔ کوئی گمراہ فرقہ یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ جو معنیٰ تم بتا رہے ہو کیا یہ معنیٰ محمد رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح بتایا تھا۔ صحابہ نے اسی طرح سمجھا تھا۔ یہاں کوئی بات نہیں کرتا یہ گرائمر سے ایسا ہے۔ یہ صرف و نحو سے ایسا ہے۔ منطق سے ایسا ہے۔ گرائمر صرف نحو اور منطق اپنی صحت کے لئے قرآن کی محتاج ہے۔ قرآن کسی گرائمر یا منطق کا محتاج نہیں۔ کلام الٰہی ہے منطق کا کوئی اُصول اُس کے مطابق ہے تو ٹھیک ہے اُس سے اختلاف کرتا

ہے تو منطق غلط ہے قرآن صحیح ہے۔ گرائمر بعد میں وضع ہوئی۔ ایجاد ہوئی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کا بڑا حصہ ہے عربی گرائمر کے موجد وہی ہیں۔ لیکن قرآن سے سیکھ کر انہوں نے ایجاد فرمائی کہ اِس لفظ کو قرآن نے ماضی کے صیغے میں استعمال کرنا تھا تو اِس طرح کیا۔ حال میں کرنا تھا اِس طرح کیا۔ مستقبل میں کرنا تھا تو اِس طرح کیا۔ لہذا یہ گرائمر ہے۔ یعنی گرائمر محتاج ہے اپنی صحت کے لئے قرآن کی، قرآن کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہ کلام الٰہی ہے اور اُس کا مفہوم بیان کرنا یہ منصب جلیلہ ہے آقائے نامدار ﷺ کا کوئی بھی کسی آیت کا کوئی مفہوم بیان کرے وہ اُنہی حدود کے اندر رہے گا۔ جو حضور ﷺ نے متعین فرمائی اُسسے بڑھے گا تو یہ تفسیر نہیں ہوگی۔ تحریف ہوگی۔ قرآن میں قرآن کو تبدیل کرنا ہوگا۔ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

اب مائی صاحب کو تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بچے کو تیار کرو۔ ہم باپ بیٹا سیر پہ جاتے ہیں۔ انہوں نے کپڑے پہنائے۔ تیار کیا۔ ہاتھ منہ دھویا۔ کنگھی وغیرہ کی۔ جس طرح مائیں بچوں کو سنوارتی ہیں ممکن ہے نہلایا دھلایا ہوگا۔ تیار کر کے دیا۔ اچھی خوشبو وغیرہ لگا کر ساتھ لیکر چل پڑے۔ چلتے چلتے منیٰ پہنچے۔ وہ ننھا بچہ جو ہے چونکہ وہ بھی نبی ہے اور اللہ کا رسول ہے اُس سے بات کر رہے ہیں۔ اہلیہ محترمہ سے نہیں کی جس کا اللہ پر اتنا بھروسہ تھا۔ وحی کو سمجھنا غیر نبی کے بس کی بات نہیں اُس ننھے بچے سے بات کر رہے ہیں کہ بیٹا۔

اِنِّی اَرٰی فِی الْمَنَامِ۔ بیٹا میں نے بڑا عجیب خواب دیکھا۔ اِنِّی اَذْبَحُکَ میں نے خواب یہ دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ وہ ننھا بچہ اپنی توتلی زبان میں جواب دیتا ہے۔ یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ۔ ابا جی آپ علیہ السلام اللہ کے رسول اور نبی ہیں۔ رسول کا خواب وحی ہوتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے خواب نہیں دیکھا۔ آپ علیہ السلام کو حکم دیا گیا ہے۔ اور جو حکم دیا گیا اُس کی تعمیل کریں۔ آپ علیہ

جب ساتویں چکر پر آکر صفا پر کھڑی ہوئیں تو دیکھا کہ جہاں ننھا اسمٰعیل (علیہ السلام) ایڑیاں رگڑ رہا ہے وہاں سے تو پانی کا چشمہ پھوٹ رہا ہے اور یہ زم زم انہی کا دیا ہوا نام ہے۔

السلام اُسکے مکلف ہیں۔ آپ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں اور یہ وحی الٰہی ہے۔ افعل ما تؤمر۔ کر گزرو ابا جی! جو آپ علیہ السلام کو حکم دیا گیا ہے۔ رہی یہ بات کہ آپ علیہ السلام کو خدشہ ہوگا کہ میں چھوٹا ہوں، بچہ ہوں، شور کروں گا، میں بچہ ضرور ہوں لیکن میں بھی اللہ کا رسول ہوں۔ اللہ نے چاہا تو آپ علیہ السلام مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ میں اُف نہیں کروں گا۔ جس طرح آپ علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم ہے آپ علیہ السلام ہی کی وحی میں میرے لئے ذبح ہونے کا حکم موجود ہے۔ اُس کا اپنا نظام ہے کہ ایک وقت میں ارشاد فرماتا ہے۔

کہ ہم نے زمینوں آسمانوں کی ساری سلطنت کھول کر ابراہیم علیہ السلام کے سامنے رکھ دی کہ دیکھیے زمین میں یہ ہے، آسمانوں میں یہ ہے، لیکن یہاں پہنچے۔ تو اُنہیں یہ نہیں بتایا گیا کہ بیٹا ذبح نہیں کرنا۔ یہ اُس کی مرضی۔ کیا بتاتا ہے؟ کیا کب بتاتا ہے۔ چونکہ علم اُس کا خاصہ ہے۔ سب سے زیادہ علوم انبیاء علیہ السلام کو عطا فرماتا ہے۔ سب سے زیادہ آقائے نامدار ﷺ کی ذاتِ اقدس کو عطا فرمائے لیکن اِس کے باوجود کوئی نبی، کوئی رسول، وہ علم نہیں رکھتا جو اللہ کا ہے، اللہ کی صفت ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے علم اولین و آخرین عطا فرمائے گئے۔ لیکن علم الٰہی کے مقابلے میں تو اِس کی مثال ایسی بھی نہیں جیسے سمندر سے کوئی پرندہ چونچ پائے۔ جس طرح اُس کی ذات لامحدود ہے اُس طرح اُس کی صفات بھی لامحدود ہیں۔

اگر یہاں بتا دیا جائے کہ بیٹے کو تو صرف لٹانا ہے۔ ذبح تو دنبہ ہوگا تو پھر قربانی کا کیا مطلب ہے؟ نہیں جانتے، پھر آپ علیہ السلام نے اپنی آنکھوں پہ پٹی باندھی کہ کہیں شفقت پدری ہاتھ روک نہ دے، اسمٰعیل علیہ السلام کی آنکھوں پہ پٹی باندھی۔ کہ کہیں مجھے دیکھ کر بچہ ہے ابا جی ابا جی! چلاّ نہ اٹھے۔ اسے پتہ نہ چلے تاکہ میں گردن کاٹ دوں۔ چھری چل جائے اور لٹا کر بسم اللہ، اللہ اکبر۔ چھری چلائی اور گردن کاٹ دی۔ اور خون کے فوارے اُبلنے لگے۔ لاشہ تڑپنے لگا۔ جب تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا تو آپ علیہ السلام نے آنکھوں سے پٹی ہٹائی۔

دیکھا اسمٰعیل علیہ السلام کھڑے مُسکرا رہے ہیں اور دنبہ کٹا پڑا ہے پریشان ہو گئے یا اللہ کیا میری قربانی قبول نہیں کی کہ میرا بچہ کھڑا مسکرا رہا ہے۔

اللہ کی طرف سے ارشاد ہوا۔ قد صدقت الرویا یا ابراھیم۔ ابراہیم علیہ السلام تو نے خواب سچ کر دیا۔ یہ میری قدرت کاملہ تھی۔ وفدینہ بذبح عظیم۔ میں نے اس کے بدلے بے شمار قربانیاں قبول کر لیں۔ میں نے اپنی بے شمار مخلوق کو اس ایک ذبح عظیم کے بدلے بے پناہ قربانیاں جو ہیں۔ وہ سب میں نے قبول کر لیں۔ چنانچہ یہ جو ذبح عظیم ہے اس میں اُس وقت سے لیکر قیامت تک جتنے لوگ شہید ہوں گے۔ وہ بدر میں ہوئے۔ وہ اُحد میں ہوئے۔ مکہ مکرمہ میں ہوئے۔ مدینہ منورہ میں' غزوات نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام' میں ہوئے اُس عہد کے سرایہ میں ہوئے اُس کے بعد ہوئے آج ہو رہے ہیں۔ افغانستان میں ہوئے۔ کشمیر میں ہوئے' فلسطین میں ہوئے' شیشان میں ہوئے' الجزائر میں ہوئے' یا قیامت تک جو اللہ کی راہ میں وفدینہُ بذبحٍ عظیم o خواہ وہ کربلا میں لاشے تڑپے' خواہ کوئی لاشہ بدر و اُحد میں تڑپا وہ خانوادہ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چراغ تھے' یا امت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جگر گوشے تھے۔ بطفیل محمد رسول ﷺ ہر شہید کو ذبح اللہ کی قربانی کی لذت میں شریک کر دیا۔ اور اُس قربانی کو حج کا رکن قرار دے دیا کہ جو بھی میرے گھر میں آئے جہاں حضرت ہاجرہؓ نے دوڑ لگائی تھی۔ وہاں دوڑے۔ جہاں وہ چلی تھی چلے۔ یہ سات چکر حج کا رکن ہیں عمرہ کرے تو عمرے کا بھی۔ حج کے بے شمار ارکان عمرے میں نہیں ہیں لیکن سعی عمرے میں بھی موجود ہے کہ عمرہ بھی مکمل تب ہوگا۔ جب طواف کے بعد سعی کریں گے۔ اسی طرح حج کے ارکان میں قربانی کو بھی رکھا اب شہداء تو اپنی جگہ شہید ہو کر وہ لطف لے گئے۔ حجاج کرام نے اُسی جگہ منیٰ میں پہنچ کر اپنی قربانیاں پیش کر کے اُس کا ثواب لے لیا۔ عامتہ المسلمین کہاں جائیں؟ فرمایا جو مسلمان

یہ سات چکر حج کا رُکن ہیں عمرہ کرے تو عمرے کا بھی حج کے بے شمار ارکان عمرے میں نہیں ہیں۔

روئے زمین پر جہاں ہے وہ جو جانور اُسے پسند ہے۔ خوبصورت ہے۔ اچھا ہے۔ پیارا ہے۔ میری راہ میں ذبح کر دے۔ میں اُسے بھی ذبح عظیم میں شامل کر دوں گا۔ یہ خانہ پُری نہیں ہے کہ ہم ٹوٹل پورا کرتے ہیں کہ جی ہم نے قربانی کرنی ہے ایک مصیبت ہے گلے پڑ گئی تھی۔ بلکہ اس میں نصاب شرط نہیں ہے۔

زکوٰۃ کے لئے نصاب ہے کہ صاحب نصاب زکوٰۃ دے۔ جو صاحب نصاب نہیں وہ نہ دے جس کے پاس چالیس روپے ہوں۔ اور سال بھر اُن کے خرچ کرنے کی نوبت نہ آئے تو اُن میں سے ایک روپیہ اللہ کے نام پر زکوٰۃ دے دے۔ یہ اِس لئے کہ اُسے یہ پتہ رہے کہ یہ دولت اُس کی ہے میری نہیں' اور اگر اُس کے پاس جمع نہ ہوں تو نہ دے ایک نصاب ہے۔ سو ہے تو ڈھائی روپے دے۔ لیکن قربانی کے لئے نصاب شرط نہیں' ہر مسلمان جو بھی کر سکتا ہے صاحب نصاب نہیں ہے۔ اُس نے گھر میں دو بھیڑیں رکھی ہوئی تھیں ایک بھیڑ قربانی کر سکتا ہے چار بکریاں رکھی ہوئی ہیں صاحب نصاب نہیں ہے وہ ایک قربانی کرتا ہے کرے۔ اس لئے کہ یہ موقع سال میں ایک بار آتا ہے اور وہ رحمتیں وہ برکتیں وہ انوارات قرب الٰہی کی وہ لذتیں جو اسمٰعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری چلاتے وقت ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام پر نازل ہوئی تھیں وہ برکات اُن میں سے اپنی استعداد اپنے خلوص کے مطابق ہر مسلمان اپنا حصہ لے۔ یہ تو ہمارے گناہوں کی بخشش کا اُس نے ایک اور مزیدار راستہ بتایا۔ چھوٹا سا ایک دنبہ آپ قربان کرتے ہیں اللہ کریم فرماتا ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُومُھَا وَلَا دِمَاءُ ھَا

کوئی اللہ کو ضرورت نہیں ہے' نہ قربانی کے گوشت کی اُسے ضرورت ہے۔ کہ اُس کے پاس خون پہنچتا ہے یا گوشت پہنچتا ہے نہیں۔

وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی۔ اُسے تمہارا وہ خلوص اور صدق دل چاہئے۔ جس سے تم قربانی کر رہے ہو۔ وہ درد چاہئے۔ جس درد کے ساتھ وہ ساری تصویر جو میں نے عرض کی ہے اُسے نگاہوں کے سامنے لا کر جب آپ ایک جانور پہ گھٹنا ٹیک کر چھری چلاتے ہیں یہ خیال کرتے

ہوئے کہ اللہ تو کتنا کریم ہے۔ مجھ سے میرا بیٹا نہیں مانگا۔ میں تو کمزور آدمی تھا۔ اگر مجھے کہتا کہ تو بھی بیٹا ذبح کر تب یہ ثواب ملے گا تب تیرے گناہ معاف کروں گا تو میں کیا کرتا میں تو نہ کر سکتا تو کتنا کریم ہے ایک بکرا' ایک دنبہ' میں نے خریدا اور اُسی پر تُو مجھے وہ اُجر دینا چاہتا ہے۔ کہ میں گویا اپنا اکلوتا بیٹا تیری بارگاہ میں ذبح کر رہا ہوں۔ فرمایا یہ اُس کی بارگاہ میں پہنچتا ہے اور اس پر اُس کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

اب تو تہذیب جدید آ گئی اب تو لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جتنے جانور ذبح ہوتے ہیں یہ سارے پیسے جمع کر لئے جائیں۔ تو بہت سی یونیورسٹیاں کھُل سکتی ہیں' بڑی سڑکیں بن سکتی ہیں' نہریں کھودی جا سکتی ہیں' اور بہت سے کام ہو سکتے ہیں' لیکن کیا وہ یونیورسٹیاں' وہ نہریں' وہ سڑکیں' یہ درد دیں گی جو قربانی کر کے نصیب ہوتا ہے؟ ارے آپ کی یونیورسٹیوں نے تو لوگوں کو اخلاق باختہ کر دیا۔ آپ کی تہذیب نے تو لوگوں کا سکون چھین لیا۔ آپ کی اِس جدید مغربیت نے اور جدید تہذیب جس پہ دنیا فریفتہ ہے اس نے تو لوگوں سے آبرو تک چھین لی۔ اِس نئی روشنی سے آدمی کے پاس بچا کیا۔ وہ کسی دل جلے نے کہا تھا کہ۔

۔ اندھیر ہو رہا ہے بجلی کی روشنی میں

کہ جب سے بجلی کی روشنیاں آئی ہیں دنیا تاریک ہوگئی ہے۔ اخلاق کے اعتبار سے' ایمان کے اعتبار سے' کردار کے اعتبار سے' کیا دیا ہے' انہوں نے انسانوں کو اور قربانی تو وہ جذبے پیدا کرتی ہے جو اللہ کے نام پر جانیں نچھاور کر کے پھر دعا کرتے ہیں کہ ایک زندگی اور دے دے کہ پھر تیری راہ میں شہید ہوں۔ وہ جوان جن کے بھروسے پہ آپ رات کو آرام سے سو جاتے ہیں کہ ہماری سرحدوں پہ پہرے دے رہے ہیں۔ اُن کو جذبہ شہادت یہی قربانی دیتی ہے' آپ کی یونیورسٹیاں آپ کی سڑکیں' اور نہریں نہیں دیتیں۔ آپ سڑکیں بنائیں' نہریں بنائیں' یونیورسٹیاں بنائیں' اُس سے کس نے

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک عید پر سو اونٹ قربان فرمائے۔ تریسٹھ وہ خوش قسمت تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے نحر ہوئے۔

روکا ہے لیکن ارکان دین کو ختم کر کے بنائیں گے تو پھر دین نہیں ہوگا۔ جہاں دین نہیں ہوگا وہاں انسانیت نہیں ہوگی۔ بھیڑیوں کا جنگل ہوگا جس مغربی تہذیب پہ دنیا فریفتہ ہے۔ وہاں جا کر دیکھو وہ بھیڑیوں کا درندوں کا جنگل ہے۔ کوئی کسی کا باپ نہیں ہے۔ کوئی کسی کی بیٹی نہیں ہے۔ کوئی کسی کی بہن نہیں ہے۔ کوئی کسی بہن کا بھائی نہیں ہے۔ اور جو کچھ وہاں ہوتا ہے یہاں ہم لاکھ بیان کرتے رہیں مانتا کوئی نہیں وہی مانتا ہے جو وہاں جاتا ہے۔

جب یہ درد دل اس چھوٹی سی قربانی سے عطا کرتا ہے۔ اگر بشرطیکہ قربانی کی جائے خانہ پُری نہ کی جائے ہم بھی عجیب لوگ ہیں یا تو کسی لولے لنگڑے جانور میں حصہ ڈال کر جان چھڑا لیتے ہیں۔ یا پھر اپنی نمائش کے لئے پچاس پچاس ہزار میں ایک دنبہ خرید لیا۔ اُسے ہماری نہ بڑائی چاہیے نہ خانہ پُری چاہیئے۔ بڑا صرف وہ ہے اللہ اکبر۔ اس لئے اُس نے تلبیحات بتائیں۔ اللہ اکبر اللہ ہی بڑا ہے اللہ ہی بڑا ہے وللہ الحمد۔ اور ساری تعریفیں اُسی ایک کے لئے ہیں۔ کوئی بندہ بڑا نہیں ہے۔ نہ بادشاہ بڑا ہے' نہ فقیر بڑا ہے' وہ چاہے تو بادشاہوں کو پل بھر میں گداگر بنا دے' مجرم بنا دے' پھانسی پہ لٹکا دے۔ اُسے کون روک سکتا ہے اور وہ چاہے تو گڈریوں کو شہنشاہ بنا دے۔ اُسے کون روک سکتا ہے اور ہم نے تو اس تھوڑے سے عرصے میں اِس نصف صدی کے پاکستان میں دیکھا گڈریے شہنشاہ بن گئے اور شہنشاہ پھانسی پہ لٹک گئے۔ کیا میرے آپ کے سامنے نہیں ہے کہ جو لوگ کل یہاں گلیوں میں دھکے کھاتے تھے آج وہ منسٹر ہیں' کیا ہم نہیں دیکھتے کہ جنہیں کل حوالات میں بند کیا ہوا تھا اور عدالتیں اُن کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی تھیں آج وہ چاہے تو حکمرانوں کو پابجولاں کر کے گلیوں میں گھسٹوا دے۔ وہ قادر مطلق ہے بڑائی صرف اُس کی ہے اور اِس قربانی کو اسلام نے دوسری عید کا درجہ دیا۔ اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں باقی سب لوگوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ تیسری عید کوئی نہیں ہے۔ کوئی تیسری عید کا تصور اسلام میں نہیں ہے۔ دو عیدیں ہیں اور جو بڑے اہتمام سے محمد رسول اللہ ﷺ نے منائیں۔ جن پر دو رکعت نماز واجب کی گئی۔ جن

میں باقاعدہ عید کی نماز ہوتی ہے اور وہ اشراق کا متبادل ہوتی ہے' عید کے دن چاشت کی نماز نہیں پڑھی جاتی۔ اُس کا متبادل عید کی نماز ہوتی ہے اور اس طرح شریعت پہ مستحکم رہنا چاہئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم عید گاہ میں تشریف لے گئے تو ایک شخص نوافل پڑھ رہا تھا۔ آپؓ نے پوچھ لیا بھئی کیا کر رہے ہو۔ میں نے کہا! جی ابھی آپؓ تشریف نہیں لائے اور عید کی نماز میں وقت ہے تو میں نے کہا میں دو رکعت چاشت کی' فرمایا۔ تمہارے جہنم جانے کے لئے یہی نماز کافی ہے۔ امیر المومنین میں نے نماز پڑھی ہے۔ فرمایا تم نے نماز پڑھی ہے لیکن محمد رسول اللہ ﷺ نے عید کے روز اشراق نہیں پڑھے اور جو عبادت حضور ﷺ کے عمل کے خلاف ہوگی وہی ایک ہی جرم کافی ہے' کہ جب حضور ﷺ نے جو عبادت نہیں کی وہ عبادت سمجھ کر کرو گے تو جہنم جانے کے لئے یہ کافی ہے۔

تو رب العزت نے ایک چھوٹی سی قربانی پر اتنا بڑا ذخیرہ درد دل کا عطا کر دیا۔ اب تو یہ ہمارے اپنے شعور کی بات ہے کہ ہم وہ حاصل کرتے ہیں۔ ہمیں اُس کا پتہ بھی ہے یا نہیں' ہمیں کوئی بتاتا بھی ہے یا نہیں' ہمارے پاس تو ہمارے مولوی کا ایک سیدھا سا جواب ہے کہ ثواب ہوگا اور کوئی یہ نہیں بتاتا کہ ثواب چیز کیا ہے؟ وہ ثواب کوئی گڑ کی ڈھیلی ہے۔ کوئی روپیہ پیسہ ہے' کوئی ٹھوس چیز ہے' کوئی مادہ ہے' مائع ہے' کوئی گیس ہے' کیا ہے؟ کوئی بھی نہیں بتاتا۔ ثواب کا مطلب ہے کہ اُس کے بدلے میں جو کیفیت نصیب ہوگی۔ جو درد نصیب ہوگا۔ جو عشق الٰہی نصیب ہوگا' جو قرب محمد رسول اللہ ﷺ نصیب ہوگا' وہ اُس کا بدلہ ہے لیکن وہ تو اُنہی لوگوں کے لئے ہے جو اپنے وقت میں اپنی حیثیت کے مطابق اچھے سے اچھا جانور تلاش کریں۔ آخر اللہ کے حضور پیش کرنا ہے بندہ دیکھے تو سہی۔ آپ صرف یہ سوچ لیں کہ مجھے پرویز مشرف یہ کہہ دے کہ میرے لئے دنبہ لاؤ۔ کیا میں ٹوٹل پورا کروں گا؟ اپنی ساری پارسائی کے باوجود جو مجھے اچھے سے اچھا مل

> **کیا ہم نہیں دیکھتے کہ جنہیں کل حوالات میں بند کیا ہوا تھا اور عدالتیں ان کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی تھیں۔ میرے آپ کے سامنے نہیں ہے کہ جو لوگ کل یہاں گلیوں میں دھکے کھاتے تھے آج وہ منسٹر ہیں۔**

سکا۔ وہ لے کے جاؤں گا۔ آپ سب کا بھی یہی حال ہے۔ جب اللہ کے حضور پیش کرنا ہے تو کیا وہاں خانہ پُری کافی ہے۔ اچھا جانور تلاش کرو۔ اپنی حیثیت میں رہ کر یہ ضروری نہیں کہ پچاس ہزار کا لو۔ اپنی حیثیت میں جتنی حیثیت ہے لیکن صحت مند ہو' اچھا ہو' خوبصورت ہو' اچھا ہے اُسے کچھ دن پہلے لے آؤ خود اُس کی خدمت کرو۔ اگر کمزور ہے تو اُسے کچھ چارہ ڈالو۔ یہ تو ٹوٹل پورا کرنا ہوگا کہ جی گلے سے ہم نے لے لیا' گلے میں پھرتا رہے عید آئے گی تو اُس دن ذبح کریں گے۔ اس طرح نہیں کرو۔ تھوڑا سا درد پیدا کرو اور یہ دیکھو کہ وہ قادر ہے ساری اولاد لے لے۔ پھر کیا کرلو گے؟ حکم دے دے کہ تم بھی بیٹا ذبح کرو۔ میری مرضی میں اُس کی جگہ دنبہ رکھتا ہوں یا تمہارا بیٹا ذبح ہوتا ہے۔ ہونے دو تب تمہیں وہ لذت ملے گی اُس نے کہا نہیں یار تم ایک دنبہ کرلو' بکرا کرلو' گائے کردو' غریب ہو تو گائے میں شامل ہو جاؤ لیکن اُس شمولیت میں یہ دیکھو۔ خانہ پُری تو نہ کرو کہ جو بیکار جانور ہے وہ ذبح کر دیا جائے۔ یہ سستا ملے گا اِس طرح تو نہ کرو اور جب ذبح کرتے ہو اور وہاں موجود ہو اور اس درد کے ساتھ سوچو۔ یار میں یہ کیا کرنے چلا ہوں یہ کس نے کیا تھا۔ پھر بطفیل محمد رسول اللہ ﷺ یہ سنت ابراہیمی تھی آپ کو تو انعام میں عطا کر دی۔ آپ کا تو اس پر کوئی رائٹ نہیں بنتا تھا۔ حق نہیں بنتا تھا۔ اُس نے انعام میں عطا کر دی کہ امت مرحومہ اس سعادت سے محروم نہ رہے اور پھر اِسے یوم عید قرار دیا فرمایا پہلے دوگانہ ادا کرو پہلے میرے ساتھ بات کرو۔ میری کبریائی کی بات کرو میری بڑائی کی بات کرو۔ تلبیہ پڑھو' دوگانہ ادا کرو اور پھر قربانی کرو اور یہ سوچ کر کرو' کہ اے اللہ تو کتنا کریم ہے مجھے اجر وہ دے رہا ہے گویا میں تیری بارگاہ میں بیٹا ذبح کر رہا ہوں۔ اور میں ایک جانور ذبح کر رہا ہوں اور اُس درد کو محسوس کرو کہ اگر بیٹا ہوتا تو تمہارے دل کا کیا عالم ہوتا۔

ولکن ینالہ التقوی۔ اُسے نہ خون کی ضرورت ہے نہ گوشت کی' اُس کی بارگاہ میں وہ

درد دل پہنچتا ہے جو چھری چلاتے وقت تمہیں نصیب ہوتا ہے۔ کہ اللہ تو کریم ہے اگر یہاں میرا بیٹا ہوتا تو میرے ہاتھ کانپ چکے ہوتے اور پھر تو قادر سارا کچھ لے لے۔ تو تجھ کو کون روک سکتا ہے۔ اور پھر ایک جانور کے کاٹنے پر تو سات سات بندوں کو اُس میں شریک کر کے اُجر عطا فرما رہا ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک عید پر سو اونٹ قربان فرمائے تھے تریسٹھ اپنے دست کرم سے نحر فرمائے۔ تریسٹھ وہ خوش قسمت تھے جو حضور ﷺ کے ہاتھ سے نحر ہوئے اور باقی کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حکم دیا کہ میری طرف سے نحر کرو اور بعد میں دنیا سے پردہ فرما گئے۔ گویا آپ ﷺ نے اپنے ہر سال کا ایک اونٹ ایک ہی وقت اور باقی جو دیے وہ مزید زائد' حضرت علیؓ کو کہ میری طرف سے کر دو تو اُس وقت اگر پیسہ ہو' اور آدمی سمجھے کہ میں کر سکتا ہوں دو حصے ڈالے' چار ڈالے' پانچ ڈالے' سات ڈالے' دو جانور کرے چار کر سکے چونکہ یہ تو توجہات باری اور برکات الٰہی اور عشق نبوی ﷺ کو لوٹنے والی بات ہے۔ جتنی جھولی کوئی بھر سکتا ہے بھرے اور پھر اسے یوم عید قرار دیا۔ ایک دن کر سکتے ہو' دوسرے دن کر سکتے ہو' تیسرے دن بھی دوپہر سے پہلے کر لو' اور اللہ کی عظمت اور بڑائی کے کلمات عصر تک چلتے رہیں گے پہلے دن سے تین دن مسلسل عید رہتی ہے اور ہر نماز کے بعد اعلان کرتے رہو کہ سب تعریفیں تیرے لئے ہیں تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی بڑا ہے بڑائی تجھی کو سزاوار ہے۔

الحمد اللہ رب العلمین o

الرّحمٰنِ الرّحیم o

بہت مہربان بڑا رحم کرنے والا ہے۔ مٰلِکِ یَومِ الدِّین o ایک دن آئے گا جب اعلان کیا جائے گا' ساری مخلوق جمع ہوگی' سلاطین و امراء مطلق العنان حکمران بھی جمع ہوں گے' شہنشاہ بھی ہوں گے' پوچھا جائے گا۔ لِمَنِ المُلک الیوم o کس کی حکومت ہے؟

حضرت علی کرم اللہ وجھہ الکریم عید گاہ میں تشریف لے گئے تو ایک شخص نوافل پڑھ رہا تھا۔ آپؓ نے پوچھ لیا بھئی کیا کر رہو۔ تمہارے جہنم جانے کے لئے یہی نماز کافی ہے۔

بتاؤ تو سہی۔ آج کون ہے حکمران؟ مخلوق جواب نہیں دے گی۔ قدرت کاملہ خود جواب ارشاد فرمائے گی۔ للّٰہ الواحد القھار. آج صرف اللّٰہ حکمران ہے جو اکیلا ہے اور جو سب سے تگڑا ہے کوئی اُس کے مقابلے کا نہیں۔

تو یہ عید سعید اُس کے کرم کا ایسا مظہر ہے کہ ہم ایک دنبہ' ایک بکرا' ذبح کر کے اُن برکات' اُن کیفیات میں شریک ہو جاتے ہیں وہی ثواب ہے' وہی درد دل' ثواب ہے اور اگر وہ نہیں محض رواج ہے۔ تو سمجھیں ہم نے وقت کھو دیا۔ اللہ کریم ہماری اِن دی ہوئی قربانیوں کو قبول فرمائے۔ ہم گنہگار ہیں' عاجز ہیں' اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میرے سمیت ہم سب جاہل ہیں۔ ہم یہ چیزیں نہیں جانتے جہالت بہت بڑی بیماری ہے۔ اور ہم جاہل ہیں اللہ سے دعا کیا کرو اللہ ہم جاہل ہیں' ہمیں علم عطا کر' ہم گنہگار ہیں ہم پر رحم کر' دین برحق پہ زندہ رکھ' دین پر موت نصیب فرما' اور اپنے دین دار بندوں کے ساتھ حشر فرما' دنیا کے لالچ میں' برائی کے لالچ میں' ہمیں دنیا میں رسوا نہ کر دے۔ اپنے سے جُدا نہ کرنا ہر قربانی پر ایک درد تازہ کیا کرو۔ ہر سال دل پہ ایک نیا زخم لگے۔ دل میں ایک نئی ٹیس اُٹھے۔ تب قربانی کا مزا آئے یہ کوئی رسم نہیں ہے۔ رشتہ ہے بندے کا اپنے مالک کے ساتھ' سب کچھ اُس کا دیا ہوا ہے اُس میں سے ایک تھوڑا سا خرچ کر کے ایک جانور اُس کے نام پر اِس درد سے ذبح کرو۔ اُس کے بے کس' بے بس اور مفلس اور غریب بندوں کو کھلاؤ کہ وہ دعا دیں شاید کسی کے منہ سے اچھا لفظ نکل جائے۔ شاید کسی کے دل میں خوشی آئے اور اُس پر اللہ خوش ہو جائے اب تو یہ بھی رواج ہو گیا ہے کہ وہ اپنے فریج بھر لیے اور غریب غرباء دیکھتے رہ گئے اور وہ فریج دو مہینے بھرے رہے اور قربانی بھی ہو گئی۔ تو اصل بات تو یہ ہے کہ اُس کا کرم تلاش کرنا ہے۔ بھائی! کوئی گوشت جمع تو نہیں کرنا۔ اُس کا کرم تلاش کرنا ہے۔ مفلسوں کو دو' غرباء کو کھلاؤ' جو نہیں کر سکتے اُن تک پہنچاؤ' کہ اُن کے بچے بھی کھائیں پیئیں خوش ہوں وہ بھی اللہ کا شکر ادا کریں۔

آمین ثم آمین

ہم اس پاک وطن پر

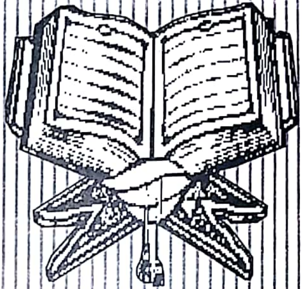

قرآن و سنت

کی حاکمیت چاہتے ہیں

شیخ ناصر، شیخ عبدالستار گلی نمبر 1 بالمقابل رحمان مارکیٹ
منٹگمری بازار، فیصل آباد فون 617057-611857

تاجران: کاٹن یارن اینڈ پی سی یارن

مِن الظلمت الی النور

یہ بزرگ واقعی صاحب کرامت ہے جس نے اس شخص کے کردار وافکار میں نمایاں تبدیلی کی۔ اب تو نماز پڑھنے اور ذکر اللہ میں مزہ آنے لگا۔ آپ کی مجلس میں بیٹھنے والا کوئی بھی ذی شعور آپ کی شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ حضرت جیؒ میں اولیاء اللہ والی تمام صفات نمایاں نظر آتیں۔

محمد اسلم عاجز
ضلع منڈی بہائو الدین

یوں تو بندہ نے ایک مذہبی گھرانہ میں آنکھ کھولی۔ والد محترم باریش اور نماز روزہ کے پابند تھے۔ بچپن میں ناظرہ قرآن کی تعلیم امام مسجد سے حاصل کی۔ سکول تعلیم میٹرک تک حاصل کی۔ والد صاحب نماز ادا کرنے اور داڑھی رکھنے کے بارے کبھی نرمی اور کبھی سختی سے اکثر کہا کرتے تھے۔ لہذا انکا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے کبھی کبھار نماز پڑھ لی جاتی۔ جب میں آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا اس وقت بُری صحبت کے زیر اثر تمباکو نوشی اور فلم بینی کا آغاز ہوا۔ میٹرک کے بعد ۱۹۷۲ء میں آرمی میڈیکل کور میں چلا گیا۔ وہاں جا کر سگریٹ نوشی اور فلم بینی میں اور اضافہ ہوا۔ ۱۹۸۰ء میں آرمی چھوڑ کر گھر آ گیا۔ بالکل فارغ رہنے کے باوجود بھی نماز کی پابندی نہ کر سکا۔ ہمارے ایک رشتہ دار محمد اسلم شاد جو اسلام آباد میں ملازم ہیں نے سلسلہ عالیہ کا تعارف کرایا اور رسالہ المرشد مطالعہ کیلئے دیا اور ذکر کے بارے میں معلومات فراہم کیں۔

ہمارے ایک ساتھی جو پہلے ہی نماز کے پابند اور تہجد گزار تھے وہ انکی باتوں سے زیادہ متاثر ہوئے اور ذکر کرانا شروع کیا۔ ایک دن مجھے اسلام آباد والے ساتھی کا رقعہ جو اس ساتھی کے نام تھا جو ذکر کیا کرتے تھے کہ فلاں تاریخ کو حضرت مولانا اللہ یار خانؒ اسلام آباد آ رہے ہیں آپ ضرور آئیں۔ لیکن وہ ساتھی اپنی مصروفیات کی وجہ سے نہ جا سکے میرا اس وقت جانے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ لیکن جب میں سو کر اٹھا تو اسی وقت میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھے ضرور اسلام آباد جانا ہے۔ لہذا بندہ نے ہاتھ منہ دھو کر ہلکا سا ناشتہ کیا اور عازم سفر ہوا۔ گاڑی اسٹیشن پر پہنچنے میں بہت کم وقت تھا جیسے تیسے کر کے سٹیشن پر پہنچا' پتہ چلا کہ گاڑی مقررہ وقت سے کچھ لیٹ ہے۔ لہذا اسلام آباد اس ساتھی کے گھر پہنچا اس نے فضل کریم بٹ صاحب کے گھر کا پتہ بتایا لہذا تقریباً عصر کے وقت بٹ صاحب کے گھر پہنچا وہ پہلا دن تھا جب باطنی تبدیلی کا آغاز ہوا۔

آپ عمر رسیدہ ہونے کے باوجود پرکشش شخصیت کے مالک تھے آپ کی سادگی اور علمی پہلو سے بہت زیادہ متاثر ہوا۔ وہاں پر ایک لڑکے اور لڑکی کا نکاح آپ نے پڑھوایا جو نہایت سادگی اور اسلامی طریقہ کے مطابق ہوا۔

حضرت جیؒ کے ساتھ ذکر کا موقع ملا ذکر کے بعد حضرت جیؒ کے ہاتھ پر ظاہری بیعت کی۔ اس دن جو پہلی تبدیلی مجھ میں آئی وہ یہ کہ آئندہ جو حضرت جیؒ سے ملاقات ہوگی وہ داڑھی کے ساتھ ہوگی۔ ہر کام بظاہر میرے لئے بہت مشکل تھا۔ کیونکہ میں ایک فیشن ایبل اور آزاد خیال آدمی تھا۔ گانے گانا' گانے سننا اور فینسی لباس پہننا میرے محبوب مشغلے تھے۔ میری اس تبدیلی نے میرے دوست احباب کو بہت حیران اور متاثر کیا کہ یہ بزرگ واقعی صاحب کرامت ہیں جنہوں نے اس شخص کے کردار وافکار میں نمایاں تبدیلی کی اب تو نماز پڑھنے اور ذکر اللہ کرنے میں مزہ آنے لگا۔ جو عبادت ایک عادت کے طور پر کی جاتی تھی وہ روحانی غذا معلوم ہونے لگی۔ بُری عادتوں اور مجلسوں کو خیر باد کہا اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ یہ تبدیلی ۱۹۸۲ء میں رونما ہوئی اس کے بعد

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ رابطہ جاری رہا یہاں تک کہ آپ ۱۹۸۴ء میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی اقتدا میں کئی بار نماز جمعہ ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ بعد ازاں دارالعرفان کی تعمیر میں جانی اور مالی طور پر خدمت کا موقع ملا۔ آپ کی صحبت میں بیٹھنے کا موقع ملا آپ کی باتیں علم عرفان کا خزانہ تھیں آپ کی مجلس میں بیٹھنے والا کوئی بھی ذی شعور آپ کی شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا اور اسے حضرت جیؒ میں اولیاء اللہ والی تمام صفات نمایاں نظر آتیں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے کہ اولیاء اللہ متقی ہوتے ہیں۔ وہ اللہ کی ذات کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور نہ ہی ان کو کوئی حزن وملال ہوتا ہے۔ آپ کی یادداشت کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کو مسئلہ بیان کرنے روایات کا حوالہ کتاب کے مصنف نام، کتاب کا نام اسکا زمانہ اور صفحہ نمبر بھی آپ کو یاد ہوتا۔ جب کوئی ساتھ یادداشت کی کمزوری کا ذکر کرتا تو آپ غصے ہوتے اور فرماتے کہ آپ نے گناہ کر کر کے حافظہ کمزور کر لیا ہے۔ مجھے دیکھو میں بوڑھا آدمی ہوں۔ جو بات ایک دفعہ پڑھتا یا سنتا ہوں۔ مجھے ہو بہو اسی طرح اتنی ہی یاد رہتی ہے۔

آپ کی زمینوں پر سیکورٹی کرنے کا شرف بھی بندہ ناچیز کے حصہ میں آیا۔ آپ کے پاس جو بھی نیا ساتھی بیعت کے لئے آتا تو اسے بیعت کے بعد مندرجہ ذیل نصیحتیں ضرور کرتے۔ مثلاً نماز کی پابندی کرو، رزق حلال کھاؤ، جھوٹ سے اجتناب کرو، ذکر قلبی خصوصاً صبح کی نماز سے پہلے اور شام کی نماز کے بعد اسکے علاوہ کلمہ طیبہ کی کثرت آپ فرماتے کہ اس کے اثر سے آدمی کو برائی سے نفرت اور نیکی کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ آپ فرماتے کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ پانچ سو دفعہ روزانہ پڑھیں۔ یہ اللہ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے جس کا ثواب

استغفار گناھوں کو صاف کرنے کیلئے جھاڑ کا کام کرتی ھے۔ اور درود شریف کی کثرت سے رزق کی تنگی دور ھوتی ھے۔ حضور سے قرب نصیب ھوتا ھے۔

نہیں بتایا گیا۔ جیسا کہ شاہی خزانوں سے ہر ایک کو مطلع نہیں کیا جاتا۔ استغفار پڑھنے کی ترغیب دیتے آپ فرماتے کہ یہ گناہوں کو صاف کرنے کیلئے جھاڑ کا کام کرتی ہے اور اسکے درود شریف خوشبو کی مانند ہے۔ درود شریف کی کثرت سے رزق کی تنگی دور ہوتی ہے۔ حضورؐ سے قرب نصیب ہوتا۔ بُری مجلس اور بے کار گفتگو سے بچنے کی تلقین فرماتے۔ آپ کی صحبت میں قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ ہوتی تھی کیونکہ آپ کی صحبت میں بیٹھنے والا ظاہری اور باطنی ہر دو طرح کے علوم سے فیض یاب ہوا۔ آپ روایتی پیری مریدی کے قائل نہیں تھے۔ اس لئے آپ اپنی زندگی میں ہی لنگر مخدوم کے ایک پروگرام (جو کہ آپ کی زندگی کا آخری پروگرام تھا) میں فرمایا کہ ہو سکتا ہے میری اور آپ لوگوں کی یہ آخری ملاقات ہو۔ لہذا آج میں اپنے تین خلفاء مقرر کرتا ہوں کیونکہ نہ نفس مرتا ہے نہ شیطان لہذا اگر ایک گر جائے تو دوسرا جماعت کو سنبھال لے جن میں مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی۔ دوسرے سید بنیاد حسین نقوی، تیسرے میجر بیگ۔ آپ نے فرمایا کہ جماعت کا مرکز دارالعرفان منارہ ہی رہے گا اور روحانی بیعت بھی وہیں پر ہوگی۔ لہذا آپ اگلے پروگرام سے پہلے ہی ۱۸ فروری ۱۹۸۴ء کو تمام جماعت کو روتا ہوا چھوڑ کر اپنے اعلیٰ مقام کی طرف منتقل ہو گئے۔ اور اپنے آبائی گاؤں چکڑالہ میں اپنی ذاتی زمینوں میں محو استراحت ہیں۔ تمام جماعت نے مزکورہ دونوں خلفاء سمیت مولانا محمد اکرم اعوان صاحب کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ میرے گھر والوں میں سے میرے دونوں بیٹوں دو بیٹیوں اور بیوی نے بھی مولانا محمد اکرم اعوان صاحب کی منڈی بہاؤالدین آمد پر امان اللہ لک کی کوٹھی پر سلسلہ نقشبندیہ کی نسبت حاصل کی۔

بندہ نے اپنے تمام رشتہ داروں، دوستوں اور جاننے والوں تک جماعت کا پیغام پہنچایا۔ جن میں سے بیسیوں نے سلسلہ عالیہ میں شمولیت اختیار کی۔ شروع شروع میں ہمارے گاؤں کے لوگوں نے امام مسجد کے کہنے پر بہت زیادہ مخالفت کی۔ ہمیں وہابی اور گستاخ رسول کہا گیا۔ مارنے مرنے کی دھمکیاں دی گئیں۔ اور سوچ سمجھے

منصوبے کے تحت ہمارا سماجی بائیکاٹ کیا گیا اور سپیکر پر اعلان کیا گیا کہ انکی جماعت کا کوئی آدمی اگر سلام بھی لے۔ تو اسکا جواب نہ دیا جائے۔ لیکن آہستہ آہستہ لوگوں کو جوں جوں حقیقت کا علم ہوتا رہا ہمارے ہم خیال ہوتے گئے یا کم از کم مخالفت ترک کر دی۔ ۱۹۹۴ء میں تنظیم الاخوان کے قیام کے موقع پر اس کی رکنیت اختیار کی اور ایک سال بعد سپیشل کلاس میں شمولیت اختیار کی اور جان' مال' آبرو سب کچھ نفاذِ اسلام کے لئے وقف کرنے کا حلف اٹھایا۔ جب بھی جماعت کی طرف سے کوئی کال آئی اس پر لبیک کہتے ہوئے لاہور' راولپنڈی' فیصل آباد' گوجرانوالہ' سرگودھا' گجرات' جہلم اور منڈی بہاؤ الدین میں جلسوں اور جلوسوں کی سیکورٹی گارڈ کی ڈیوٹی انجام دی۔ جب انسان کا قلب رزائل سے پاک ہوتا ہے تو ہر نیکی کے کام میں حصہ لینے کو اور ہر بُرے کام سے دور رہنے کو جی چاہتا ہے۔ لہٰذا اسی دوران میرا بڑا بیٹا افغانستان کے جہاد میں چھ ماہ تک دشمنان اسلام سے برسرپیکار رہا۔ اور غازی بن کر لوٹا۔ مذکورہ بالا شہروں میں' جلسوں میں شرکت کے لئے دو دو بسیں لوگوں سے بھر کر شریک ہوئے اور ان لوگوں کے طعام اور سفر کی ذمہ داری ہم چار پانچ ساتھیوں نے اپنے ذمہ لی۔ اور آئندہ جب کبھی شیخ سلسلہ نے آواز دی انشاء اللہ جانی و مالی قربانی کیلئے تیار ہیں۔ بندہ عاجز کی یہ دعا ہے کہ مرتے دم تک سلسلہ عالیہ سے نسبت رہے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک نادر تحقیقی نسخہ

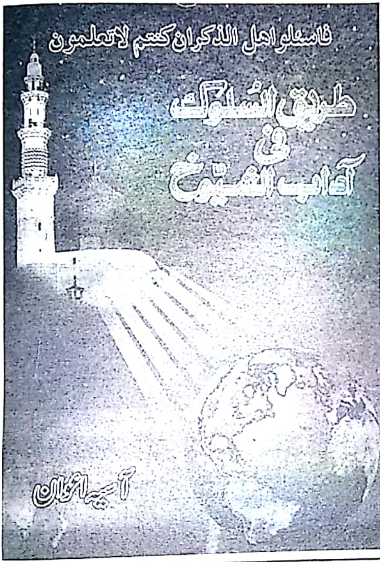

304 صفحات .... مجلد

قیمت:- 300/ روپے

منگوانے کا پتہ

شعبہ نشرو اشاعت: دار العرفان۔ منارہ۔ ضلع چکوال

آتی ہے نظر گنبد خضرا کی روشنی
پھیلی ہے چارسو شہِ بطحا کی روشنی

روشن ہے انکے نام سے سارے جہان میں
مومن کا دل بھی اور دل بینا کی روشنی

مغرب کی روشنی میں ہیں تاریکیاں بہت
چھینی ہے ظلمتوں نے چشم واہ کی روشنی

ننگے بدن ہیں چاک گریبان ہے کوئی
وحشت نصیب ہے انہیں لٹوا کے روشنی

ہے جنس اور مال کا رشتہ فقط یہاں
گم نسب بھی ہوا گئی وفا کی روشنی

سب کہہ نہیں سکتا کوئی آتا ہے جو نظر
مانع رہے لب کشائی سے حیا کی روشنی

اس پتھروں کے دیس میں خادم تیرے حبیب
پاتے ہیں نور دل میں اور آقا کی روشنی

دل میں تڑپ ہے سوز ہے سجدے میں آج بھی
آنکھوں میں تیرے نقش کفِ پا کی روشنی

کتنا رفیع مقام ہے ان کا خدا گواہ
ہر طرف ان کے کرم سے برسا کی روشنی

اللہ کرے کہ سینہ مُسلم ہو نور بار
یُوں جس سے اک جہاں میں پھیلا کی روشنی

مُجھ سے فقیر کو ملے نظر کرم کی بھیک
تیرے حریم ناز کی طیبہ کی روشنی

دلوں کا اطمینان
یقیناً
اللہ
کے ذکر میں ہے
منجانب
احمد دین
ٹیکسٹائل ملز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
مینوفیکچرز آف PC یارن
ہیڈ آفس
برائے رابطہ:- پل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد
667571
667572

قرآن حکیم ...... ایک ضابطہ حیات

قرآن حکیم نے زندگی گزارنے کے تمام اسلوب سکھادیئے ہیں۔ مسجد سے لے کر بازار تک، مدرسہ سے لے کر عدالت تک، اور گھروں سے لے کر میدان جنگ تک کے تمام اصول اس مقدس کتاب میں وضع کر دیئے گئے ہیں۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ ضلع چکوال 4/10/02

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ O

طٰہٰOمَآ اَنْزَلْنَاعَلَیْکَ الْقرآنَ تَشْقٰیOاِلَّا تَذْکِرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰیO تنزیلاً مِّمَّنْ خَلَقَ الارضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰیOاَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرشِ اسْتَوٰیOلَه' مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الارضِ وَمَابَیْنَهُمَا وَمَا تَحتَ الثَّریٰO وَ اِنْ تَجهَرْ بِاالْقَولِ فَاِنَّه' یَعلَمُ السِّرَّ وَاَخْفیٰOاَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَOلَهُ الاسْمَآ ءُ الْحُسْنٰیO

سورۃ طٰہٰ شروع ہوتی ہے سولہواں پارہ ہے اور بہت خوبصورت پیار بھرے انداز میں ارشاد فرمایا۔

مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرآنَ لِتَشْقٰیO

مفسرین کرام نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عبادات میں، ذکر اذکار میں، شب بیداری میں، مسلسل روزے رکھنے میں، اس طرح کے امور میں بہت زیادہ محنت فرماتے تھے اس پر ارشاد ہوا کہ نزول قرآن کا مقصد آپ ﷺ کو کسی مشقت میں ڈالنا نہیں ہے لیکن قرآن حکیم کا مخاطب چونکہ ہر مسلمان ہے قیامت تک آنے والا ہر مسلمان قرآن حکیم کا مخاطب ہے تو اس کا یہ مفہوم بھی بالکل درست ہے کہ اے لوگو! قرآن حکیم تمہیں کسی مشقت میں ڈالنے کے لئے نہیں، بلکہ زندگی میں آسانیاں پیدا کرنے کے لئے نازل ہوا۔ ایک اُصول ہے کہ کسی بھی کام کو کرنے کا جو صحیح طریقہ ہوتا ہے وہ اُسی کام کو کرنے کے دوسرے تمام طریقوں کی نسبت آسان ہوتا ہے آپ غلط طریقے سے کریں ایک تو کام اس پائے کا نہیں ہوگا مشقت بھی زیادہ لے گا، وقت بھی زیادہ لے گا اور نتیجہ بھی صحیح نہیں ہوگا لیکن اگر اُس کام کو کرنے کا صحیح طریقہ آتا ہو تو وقت بھی کم لگے گا مشقت بھی کم ہوگی اور نتیجہ بہترین آئے گا۔

فرمایا قرآن حکیم زندگی کے تمام مسائل کا صحیح حل بتاتا ہے ہر کام کو کرنے کا صحیح طریقہ بتاتا ہے قرآن حکیم تمہیں مشقت میں نہیں ڈالتا بلکہ مشقت سے اور نقصانات سے بچاتا ہے اور یہ بڑی سمجھنے کی بات ہے ہمارے ہاں یہاں ہی نہیں مجھے امریکہ میں بھی اتفاق ہوا تو بعض ایسے مولوی حضرات بھی تھے۔ جو عام مسلمانوں کو قرآن حکیم کا ترجمہ پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ امریکہ میں بھی میں نے پاکستانیوں کی جو آبادی ہے اُس میں دیکھا کہ یہاں سے لوگ جاتے ہیں، مولوی بھی یہاں سے جاتے ہیں، اور اپنی ساری چیز جو یہاں ہے وہی وہاں بھی ساتھ لے جاتے ہیں۔ تو وہاں بھی منع کیا جارہا تھا کہ قرآن حکیم کا ترجمہ پڑھنا ہر ایک کا کام نہیں ہے اور پڑھو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ نقصان اٹھاؤ گے۔ اس کے لئے بڑے بڑے فاضل، بڑے بڑے عالم لوگ ہیں یہ اُن کا کام ہے یہ بات قطعی طور پر غلط ہے قرآن حکیم ہر اُس بندے سے بات کرتا ہے۔ جسے اللہ نے پیدا کیا ہے قرآن حکیم کافر سے بھی بات کرتا ہے اور اُسے بھی سمجھاتا ہے کہ اپنے پہلے کافروں کا انجام کیوں نہیں دیکھتے۔ جنہوں نے پہلے سرکشی کی اُن کے نتائج کیا ہوئے۔ دنیا میں تم سے زیادہ طاقتور قومیں تھیں، تم سے زیادہ مالدار قومیں تھیں، تم سے زیادہ مضبوط اور قدآور لوگ تھے، جب انہوں نے سرکشی کی تو اُن کا انجام کیا ہوا، تم سرکشی

سے باز کیوں نہیں آتے۔ کافر کو جب توبہ کی دعوت دیتا ہے تو مومن سے بات کیوں نہیں کرتا۔ ہماری گمراہی کا، اور ہماری فرقہ بندی کا اور گروہ بندی کا، اصل سبب یہ ہے کہ ہم کتاب اللہ سے ہدایت نہیں لیتے۔ ہم لوگوں سے پوچھتے ہیں اللہ سے نہیں پوچھتے۔ قرآن حکیم کا کمال یہ ہے کہ اللہ کے ہر بندے کے لئے ہے۔ وہ اگر بہت بڑا عالم ہے تو اس سے بہت بڑے نکات، بہت بڑی باتیں، بہت بڑی گہرائی کی باتیں سمجھ لے گا لیکن اگر بالکل جاہل عام آدمی بھی ہے تو اُس نے ترجمہ پڑھ لیا تو ہدایت پانے کے لئے، اپنی ضرورت کے مطابق، وہ بھی بات سمجھ لے گا۔ اگر قرآن صرف علماء کے لئے ہوتو پھر ان پڑھ تو مکلف ہی نہ رہے۔ اُن کے لئے تو قرآن ہے ہی نہیں تو انہیں تکلیف کس بات کی اُن پر تو شریعت لاگو ہی نہیں ہوتی اور اگر اِس بات میں ہم آ جائیں تو آپ کو معاشرے میں کتنے عالم ملیں گے یہ باقی لوگ تو پھر نماز، روزے کے مکلف ہی نہ ہوئے انہیں تو قرآن سمجھنا ہی نہیں جس نے قرآن نہیں سمجھنا اُس پر قرآن کے احکام کیسے فرض ہو گئے۔ میرے بتانے سے، آپ کے بتانے سے، تو کچھ نہیں ہوگا ہم اگر بتائیں گے تو اپنے گھر کی بات تو نہیں بتا سکتے اگر ہم اپنی بات بتائیں گے تو وہ دین نہیں ہوگا اور قرآن کی بات بتائیں گے تو پھر وہی بات آ گئی کہ پھر قرآن تو اسے بتانا ہی پڑا۔ تو جب کوئی دوسرا یا تیسرا بندہ بتاتا ہے تو ہوسکتا ہے وہ اپنی پسند کا ترجمہ شامل کر دیتا ہو۔ لیکن اگر سادہ سلیس ترجمہ، سیدھا سیدھا پڑھا جائے اور کسی بھی عالم سے کہا جائے کہ اس آیت کا سیدھا سا ترجمہ بتا دو کوئی اُس میں دیوبندی، بریلوی، شیعہ، سُنی، مقلد غیر مقلد کے جھگڑے میں نہیں پڑنا چاہتا۔ مجھے اس آیت کا سادہ سا ترجمہ بتا دو تو ہر آدمی قرآن کی بات سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہے بلکہ اللہ کریم دعوتاً فرماتے ہیں۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا

> **اگر تم نہیں جانتے تو جاننے والوں سے پوچھتے کیوں نہیں ہو۔ فسئلوا اھل الذکر۔ جاننے والوں سے پوچھو۔**

الْقُرآنَ لِلذِّكْرِ o فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ o قرآن کریم کو ہم نے نصیحت کیلئے آسان کر دیا۔ ہے کوئی جو اِس سے نصیحت حاصل کرنا چاہے۔ تو قرآن کا مخاطب ہر متنفس ہے ہاں لب ولہجہ الگ ہوتا ہے۔ عمل سے بات کرتا ہے تو اُس میں عمل کی تلقین فرماتا ہے۔ بدکار یا کافر سے بات کرتا ہے تو اُس میں سختی اور تنبیہ ہوتی ہے کہ جنہوں نے پہلے کفر کیا اُن کا یہ حشر ہوا تم کیوں یہ مصیبت اپنے گلے لے رہے ہو اور جب ایماندار سے بات کرتا ہے تو اُس میں محبت اور پیار کا انداز ہوتا ہے شفقت کا انداز ہوتا ہے، اپنائیت کا انداز ہوتا ہے، اور یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ اُس نے ہر ہر بندے کو مخاطب فرمایا اِسی لئے ہر بندہ مکلف ہے کہ میدان حشر میں جواب دے گا اگر اُس نے ساری زندگی قرآن سمجھا ہی نہیں تو اِس بات کا بھی اُس کے پاس کوئی جواز نہیں ہوگا کہ کیوں نہیں سمجھا کیا تم کسی کے پاس سیکھنے کے لئے گئے کسی سے پوچھا نہیں پوچھا تو کیا تمہیں زندگی بھر اللہ کے حکم کی پرواہ نہیں رہی اگر یہی سوال ہو جائے تو آدمی کو تباہ کرنے کے لئے یہ ایک سوال ہی کافی ہے کہ تم نے زندگی بھر اللہ کی کتاب کو سیکھنے کی کوشش ہی نہیں کی پوچھا ہی نہیں کسی سے۔ کسی کو نائب تحصیلدار کی عدالت سے سمن آ جائے تو وہ کہتا ہے میں ان پڑھ ہوں؟ کیا حیثیت ہے نائب تحصیلدار کی۔ تھانے سے ایک چٹ آ جائے کہ تمہیں تھانے حاضر ہونا ہے کوئی یہ کہتا ہے کہ میں تو ان پڑھ ہوں میں تو پڑھ ہی نہیں سکتا میں گیا یا نہ گیا مجھے کون پوچھے گا اگلوں نے تو کہا ہے کہ تمہارے پاس چٹ پہنچی ان پڑھ تھے تو کسی پڑھے لکھے سے پوچھ لیتے۔

فَسْئَلُوْا اھل الذکر۔ جاننے والوں سے پوچھو۔ اِن کنتم لا تعلمون۔ اگر تم نہیں جانتے تو جو جانتے ہیں اُن سے پوچھو۔ آخر اللہ کی کتاب ہے تمہارے لئے نازل ہوئی ہے تمہارے پاس موجود ہے اور تم یہ نہیں جاننا چاہتے کہ اِس میں کیا لکھا ہوا ہے فرمایا۔

مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرآنَ لِتَشْقٰى o اگر ہم

اِس کا عمومی معنی لیں گے تو یہ بالکل درست ہوگا مشکلات میں پڑ جاؤ بلکہ۔ اِلَّا تَذۡکِرَۃً لِّمَنۡ یَّخۡشٰی o جن کا اللہ کے ساتھ تعلق ہو جائے جو اپنے مالک کی منشا کے مطابق زندگی گزارنا چاہتے ہوں۔ خشیت کا مطلب ہمارے اردو میں ڈر لکھ دیتے ہیں یہاں خوف لکھا ہوا ہے خوف اور ڈر بالکل الگ چیزیں ہیں اور خشیت بالکل ایک الگ کیفیت کا نام ہے۔ خشیت یہ ہے جیسے آپ بادشاہ سے ملنے جائیں، پریذیڈنٹ سے ملنے جائیں، وزیراعظم سے ملنے جائیں، تو آپ کو احساس ہوتا ہے کہ وہاں میرا لباس ٹھیک ہونا چاہئے۔ میرے پاس جو چِٹھی ہے اگر میں نے درخواست دینی ہے تو آپ دس جگہ سے درست کراتے ہیں کہ یہ صحیح ہونی چاہئے بات کے لئے دس بار سوچتے ہیں کہ کوئی غلط لفظ منہ سے نہ نکلے۔ صحیح بات نکلنی چاہئے، وقت پر پہنچوں، جو ڈر ہوتا ہے کہ وہاں میرے جانے سے مجھ سے کوئی گستاخی یا کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو جائے یہ خشیت ہوتی ہے۔ یہ ڈر جب اللہ کے ساتھ ہو کہ میں بارگاہِ الوہیت میں جا رہا ہوں۔ میں اللہ کے روبرو سجدہ کرنے جا رہا ہوں میں اللہ کریم سے دعا مانگنے لگا ہوں۔ میں اللہ کریم سے اپنی بات کرنے لگا ہوں تو کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جو گستاخی شمار ہو جو میں چاہتا ہوں وہ میں کہہ سکوں میں بروقت پہنچوں، اہتمام کے ساتھ پہنچوں، یہ ہوتی ہے خشیت۔ تو فرمایا جن میں خشیت ہو اور جو اللہ کی بارگاہ کی حضوری کے طلبگار ہوں اور جو رحمت الٰہی کے خواہش مند ہوں اُن کے لئے قرآن حکیم رہنمائی اور نصیحت ہے کہ اِس طرح سے زندگی بسر کرو اِس طرح سے اٹھو، اِس طرح سے بیٹھو اِس طرح سے چلو۔ یہ تو تذکرہ نصیحت ہے، رہنمائی ہے، طریقے بتاتا ہے، سلیقے بتاتا ہے، آداب سکھاتا ہے، بات کرنے کا انداز سکھاتا ہے، اوقات سکھاتا ہے، جو جو باتیں اللہ کو ناپسند ہیں وہ بتاتا

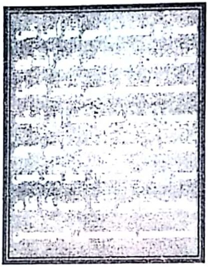

ہے کہ ان باتوں سے بچو، یہ رب کریم کو ناپسند ہیں جو پسند ہیں وہ بتاتا ہے کہ یہ کرو اس طریقے سے کرو تو فرمایا قرآن تمہیں کسی مصیبت میں ڈالنے کے لئے نازل نہیں کیا گیا بلکہ جب تم قرب الٰہی کے متلاشی بنو، جب تم اللہ پر ایمان لے آؤ، تو تمہاری ضرورت ہے کہ اب اللہ کس بات پہ راضی ہے۔ کس بات سے ناراض ہوتا ہے اُس بات کو کرنے کا طریقہ یا سلیقہ کیا ہے؟ کس وقت کون سی بات کی جاسکتی ہے۔ یا کیا کام کروں گا، تو اللہ ناراض ہو جائے گا، کیا کام کروں گا تو اللہ کریم راضی ہوگا، یہ ضرورت بن جاتی ہے تمہاری اور اُس ضرورت کا جواب ہے قرآن حکیم۔ یہ تو صرف تمہاری ضرورت کا جواب ہے۔ اِلَّا تَذۡکِرَۃً. سوائے اِس کے کچھ نہیں ہے کہ جب تم اللہ پر ایمان لاتے ہو تو تمہاری جو ضرورت بنتی ہے جب تمہارے دل میں خشیت الٰہی آتی ہے تو ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پہلے عرب میں بھی ایسے لوگ تھے جنہوں نے بتوں کی پوجا نہیں کی خلفائے راشدین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تو بچے تھے جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے لیکن سیدنا عثمان غنیؓ حضرت فاروق اعظمؓ، سیدنا ابوبکر صدیقؓ اجمعین سے بھی بتوں کی پوجا ثابت نہیں ہے نہ بتوں کو مانتے تھے اور اِس طرح کے اور بھی لوگ تھے جو بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے۔

بعثت عالی سے پہلے ایک شخص کا ذکر ملتا ہے جو مکہ مکرمہ کا رہنے والا تھا اُس کا نام تھا زید بن عمرو بن نفیل اُس کا نام زید تھا باپ کا نام عمرو تھا دادا کا نام نفیل۔ زید بن عمرو بن نفیل ایسا شخص تھا جو یہ کہتا تھا کہ یہ بت تو ہم خود گھڑتے ہیں ایک انسان پتھر سے تراشتا ہے۔ جو اپنا وجود نہیں بنا سکتا، اُس سے خُدائی کیسے؟ کائنات کیسے بنا دی؟۔ ایک پتھر جسے ہم چاہیں تو غُسل خانے میں لگا دیں۔ ہم چاہیں تو چھت پہ لگا دیں، ہم چاہیں تو بنیاد میں دفن کر دیں۔ ہم چاہیں تو دیوار میں لگا دیں جو اتنا بے بس ہے کہ اُس کا ہم بت بنائیں یا گھوڑا بنالیں یا اُس کو اٹھا کر نالے میں

پھینک دیں تو وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ تو اُس نے کائنات کیسے بنادی؟ جب ایک پتھر کو گھڑ کر، تم نے بت بنایا اب کہتے ہو کائنات اِس نے بنائی۔ یہ تو بے چارہ ایک پتھر تھا۔ تم اِس کا بت نہ بناتے تو کسی دیوار میں لگا ہوتا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ دوسری بات وہ کہتا تھا کہ کائنات کا جو نظام ہے اِس میں اتنا ربط ہے کہ حیرت ہوتی ہے ایک آدمی کے حصے کا ایک دانہ اناج کوئی دوسرا نہیں کھاتا، ایک آدمی کے حصے کی ہوا کوئی دوسرا اپنے پھیپھڑوں میں نہیں لے سکتا اگر یہ ممکن ہوتا تو غریب تو بغیر ہوا کے مر جاتے اور طاقتور ساری ہوا لے جاتے۔ سورج نکلتا ہے تو اُس کی کرنیں چیونٹی کے انڈے سینکنے سے لیکر فصل پیدا کرنے تک اور ایک کمزور سے مچھر سے لیکر بڑے سے بڑے جاندار کو گرمی پہنچانے تک سب کا کام کرتی ہیں۔ ایسا عجیب تناسب ہو چکا ہے۔ زمین، سورج، چاند، سیارے، ستارے ایک خاص وقفے پر اپنی اپنی جگہ ہیں اگر ان کا سفر کم ہونا شروع ہوتا تو بھی ٹکرا جاتے۔ زیادہ شروع ہو جاتا، بڑھتا جاتا تو بھی تباہ ہو جاتے، یہ پتہ نہیں کب سے چل رہے ہیں؟ کب تک چلتے رہیں گے؟ ہر چیز عین اپنے مقررہ وقت پر اپنا کام کئے جا رہی ہے اب تم کہتے ہو جی یہ جو بت روزی دیتا ہے، یہ بت ہے اولاد دیتا ہے، یہ بت ہے بیماری سے شفا دیتا ہے، بھئی اِن میں رابطہ کیسے ہو سکتا ہے بیماری سے شفا دینے والا شفا دے دے، روزی دینے والا بھول جائے جب بھوک لگے تو روٹی نہ ملے وہ روزی دے دے اور یہ نہ دے اِن میں رابطہ کون کراتا ہے کہ اِسے بھوک لگی ہے، اِسے روزی چاہیے اِسے اب سورج سے دن کی روشنی چاہئے، اب رات ہونی چاہئے۔ اِسے آرام ملنا چاہئے۔ یہاں ہوا تیز ہو جائے۔ یہاں نرم ہو جائے یہاں بارش چاہیے۔ اتنا رابطہ ان میں ہے وہ کہتا ہے اگر متعدد رب ہوتے تو یہ آپس میں رابطہ ہی نہ ہو سکتا اور روز

قرآن ایک نصیحت ہے ان لوگوں کے لئے جنہیں اللہ کے قرب کی تلاش ہوتی ہے

تماشہ ہوتا ایک چیز ملتی ایک نہ ملتی۔ یہ کوئی ایک ہی ہے جو سارے نظام کو چلا رہا ہے۔ کسی ایک کے حکم پر سارے فیصلے ہوتے ہیں۔ اس لئے ہر چیز میں رابطہ ہے اور ہر چیز ایک تناسب سے کام کرتی ہے۔ لیکن وہ کون ہے؟ وہ کیسا ہے؟ اُسے کیسے تلاش کریں؟ اُس کی رضا کن باتوں میں ہے اِس کا جواب نہیں ملتا تھا۔

مورخ لکھتے ہیں کہ اُس زمانے میں آج کی طرح کی سفری سہولتیں نہیں تھیں۔ اس کے باوجود گھوڑے کی پیٹھ پر جہاں تک وہ سفر کر سکا اُس نے سفر کیا یہود کے علماء کے پاس گیا۔ یہ جو دین تم بتاتے ہو یہ تو جھوٹ ہے مجھے سچی بات بتاؤ انہوں نے کہا ہمارے پاس خود سچ نہیں ہے عیسائیوں کے راہبوں کے پاس گیا انہوں نے کہا بھئی ہمارے پاس بھی نہیں ہے۔ یہی ہے جو ہم بتا رہے ہیں یہی سچ ہے وہ کہتا تھا یہ تو سچ نہیں ہے تم کہتے ہو عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے تھے گناہ لوگ کرتے ہیں پھانسی وہ لگ گئے۔ اب جس خدا کا، جس رب کا تم تصور یہ دیتے ہو کہ جرم کوئی کرتا ہے اور پھانسی اُس نے اپنے بیٹے کو دے دی اُس سے کس انصاف کی امید رکھیں۔ اُس رب کی کس بات پہ عبادت کریں۔ شاید کسی اور کے گناہ میں ہمیں بھی کل دوزخ میں ڈال دے اپنے بیٹے سے اُس نے کوئی نرمی نہیں برتی تو ہمارا کیا لگتا ہے اُس نے کہا یہاں تو کوئی ماننے کا تصور نہیں، ایسے رب کو ماننا یہ ظلم کی انتہا ہے ایسے ظالم کو رب کون مانے رب کے لئے تو کرم اور رحمت بنیاد ہے جس پر وہ ربوبیت کرے اور لوگوں کو پالے یہ تو تم تصور ہی بھیانک سا دیتے ہو۔ اِس طرح یہودیوں نے کہا

وہ لوگوں کا کفارہ ادا کریں گے اور صرف یہودی ہو جاؤ۔ بس یہ باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ تم اپنے جیسا پروردگار پیش کرتے ہو کہ جس نے شادیاں کیں، جس کی اولادیں ہوئیں، پھر اُس کی دوستیاں دشمنیاں بھی ہوں گی پھر اگر اُس نے شادی کی تو اُس جیسے اور بھی ہوں گے وہ اکیلا تو نہیں ہوگا۔ تو یہاں تو یک رنگی نظر آتی ہے یکسانیت نظر آتی ہے کسی ایک ہستی کا کام نظر آتا

ہے جس جیسا کوئی دوسرا نہیں۔ پھر وہ اُن کے بارے لکھتے ہیں کہ وہ تھک ہار کر بیت اللہ میں آتے تھے بوڑھے ہو گئے تھے اور دعا کرتے تھے کہ اے اللہ میں جانتا ہوں تو ہے۔ پر تو کیسا ہے۔ کہاں ہے۔ کوئی پتہ نہیں اِس کائنات کا بنانے والا کوئی ہے لیکن اُس کا نام کیا ہے وہ مجھے نہیں پتہ، وہ کہاں ہے مجھے نہیں پتہ، اُس کی عبادت کا طریقہ کیا ہے مجھے نہیں پتہ، وہ کس بات پہ ناراض ہوتا ہے مجھے یہ بھی نہیں پتہ، پھر وہ خاک کی چٹکی خاک بھر کے ہاتھ پہ رکھتے اور اُس پر پیشانی ٹکا دیتے اور کہتے کہ اگر تو مجھے دیکھ رہا ہے تو میری یہی عبادت منظور فرما۔ میں نہیں جانتا کہ میں تیری عبادت کیسے کروں؟ انہوں نے شعر بھی کہے اُن کے مشہور شعروں میں سے دو مجھے یاد ہیں حافظے میں رہ گئے۔

أ رب واحد ام الف رب

أ دین اذا تقسمۃ الامور

فرماتے ہیں رب کوئی ایک ہے ہزاروں رب نہیں ہو سکتے۔ بندہ ایک ہے اب اُسے سماعت چاہیے، بصارت چاہیے، سانس لینا ہے، دل دھڑکنا ہے، کھانا کھانا ہے، پانی پینا ہے، اِن سب کے لئے ایک ایک الگ رب بنا دو۔ تو اُس میں وہ ربط ہی نہیں ہو سکتا کہ اُس کی زندگی باقی رہے۔ یہ ایک پروردگار کا کام ہے جو کائنات کو پیدا بھی کرتا ہے۔ پالتا بھی ہے۔ رکھتا بھی ہے۔

أ رب واحد ام الف رب

رب کوئی ایک ہے ہزاروں کیسے ہو سکتے ہیں۔

أ دین اذا تقسمۃ الامور

اور جب کام بانٹ دیئے جائیں تو دین کہاں رہا۔ اِس نے بیٹا دینا ہے، اُس نے شادی کرانی ہے، اُس نے روزی دینی ہے، یہ جب کام آپ بانٹ دو گے تو دینی ہے تو کس کس کو راضی کرو گے اور کس کس کی عبادت کرو گے اور دین کسے کہو گے۔ اِس کی پوجا کو دین کہو گے اُس کی پوجا کو دین کہو گے۔ اُس کی پوجا کا پتہ نہیں وہ کس طرح کی پُوجا پہ راضی ہوگا؟ وہ کس طرح کی پُوجا پہ راضی ہوگا وہ کس طرح کی رسومات پہ راضی ہوگا تو دین تو نہیں بنے گا فرمایا یہ کوئی دین نہیں ہے۔

ترکت لات والاعزیٰ جمیعاً o میں تمام بتوں کو ترک کرتا ہوں کذالک یفعل رجل بصرہ، اور جس بندے کو اللہ نے بصیرت دی وہ ایسا ہی کرے گا۔

جب یہ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، تو انہیں میرے پاس آنے دیا جائے، مسلمانوں کی جائے پناہ تو میرا جھنڈا ہی ہے۔ تو ارشاد ہوگا کہ ان لوگوں نے تو قرآن کو عملی زندگی سے خارج کر دیا تھا اور رسومات کی ،روجات کی زندگی بسر کی۔

جس بندے کے دل میں اللہ نے روشنی ڈال دی وہ بتوں کو سجدہ نہیں کرے گا۔ لیکن بتوں کو نہ ماننے کے باوجود اللہ کے ماننے کے لئے اُسے کون بتاتا کہ اللہ ہے، وہ کیسا ہے، اُس کی ذات کیسی ہے، صفات کیسی ہیں، وہ کس بات پہ راضی ہے اور کس بات سے خفا ہے یہ وہ مشکل تھی جس کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔

ادیان سابقہ تباہ ہو چکے تھے۔ اُن میں تحریف ہو چکی تھی۔ خود آسانی کتابوں میں لوگوں نے اپنی آرا شامل کر دی تھیں اور دنیا ہدایت سے بیگانہ ہو چکی تھی جو مولانا ظفر علی خان نے کہا کہ

؎ جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوا اور فلسفیوں سے کھل نہ سکا

وہ راز اِک کملی والے نے بتا دیا چند اشاروں میں

یہ وہ مقام ہے جہاں اللہ کا رسول ﷺ مخلوق کو لے کر آیا۔ کہ اللہ ہے، واحد ہے، لاشریک ہے، کہو لا الہ الا اللہ، اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اُس کی ذات کیسی ہے، اُس کی صفات کیسی ہیں، اب وہ کس بات پہ راضی ہے، کس پہ ناراض ہے، اِس کا جواب اللہ کریم نے یہ پورا قرآن کریم نازل کر دیا۔ فرمایا۔

مَـا اَنْـزَلْـنَـا عَـلَيْـكَ الـقـرآن لِتَشـقٰـی o قرآن میں نے تم پر کوئی مصیبت یا سزا نہیں لگا دی۔ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰی o یہ ایک نصیحت ہے اُن لوگوں کے لئے جنہیں اللہ کے قرب کی تلاش ہوتی ہے اور یہ ایسی کتاب ہے۔

تنزیلاً مِمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰیo جس نے ارض وسما، آسمانوں کی بلندیاں، اور زمین کی گہرائیاں پیدا کی ہیں جس نے ہوائیں چلائی ہیں، سورج کو روشنی دی ہے، جس نے بارش اور بارش کے ایک ایک قطرے کو حکم دیا ہے جو زمین سے روئیدگی اور کائنات کا جو خالق ہے اُس کی طرف سے یہ نازل ہوئی ہے وہ ہر بات کو جانتا ہے تمہاری ہر ضرورت کو جانتا ہے۔ اور اُس کے پورا کرنے کا صحیح طریقہ تمہیں بتا چکا۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰیo اللہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے اور اُس نے عرش عظیم کو مرجع بنا دیا ہے۔ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی۔ اس پہ بہت باتیں ہوتی ہیں اور بعض حضرات نے تو کہا کہ اللہ کریم عرش پر بیٹھا ہوا ہے۔ لیکن بات ایسی نہیں، اللہ کی ذات کسی جگہ محدود نہیں ہے۔ کائنات کا جتنا نظام بنایا عرش عظیم کو اُس کا مرکز بنا دیا کہ وہاں سے سارا کنٹرول ہوتا ہے۔ ہم دعا کے لئے ہاتھ کیوں اٹھاتے ہیں اللہ تو ہر جگہ موجود ہے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تو ہمارے دائیں بائیں، سامنے، آگے، پیچھے، ہر جگہ موجود ہے تو جب ہم موجود کے ساتھ بات کرتے ہیں۔ تو ہاتھ اٹھا کے کرتے ہیں ویسے کیوں نہیں کرتے۔ اِس لئے کہ عرشِ عظیم مرجع خلائق ہے۔ ہم اپنی درخواستیں وہاں بھیجتے ہیں۔ جس طرح حکومت کا سیکرٹریٹ ہوتا ہے اب وہ حکمران کہیں بھی ہو ملک کی ساری کارروائی سیکرٹریٹ میں جائے گی۔ وہ جو حکم دے گا وہ وہاں سے اہل ملک تک پہنچے گا اس طرح اس تمام نظام عالم کا سیکرٹریٹ عرش عظیم پر بنا دیا۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی۔ اللہ کی بارگاہ اور اللہ کا سیکرٹریٹ اور کائنات کے لئے تمام احکام کا مصدر اور دفتر اللہ نے عرش پر بنا دیا استویٰ علی العرش سے یہ مراد نہیں لی جا سکتی کہ عرش پر اللہ کریم بیٹھے اور باقی ساری کائنات میں اللہ موجود نہیں ہے اللہ کی ذات خالق ہے اور مخلوق اُس کی وسعت کو سما نہیں سکتی۔ مخلوق محدود ہے اور اُس کی ذات لامحدود ہے محدود ہمیشہ چھوٹا ہوتا ہے اور لامحدود بہت وسیع ہوتا ہے لہذا کائنات کی اُس کی ذات کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہے وہ ہر جگہ موجود ہے ہر بات سنتا ہے ہر کام دیکھتا ہے۔ ہر ایک کو جانتا ہے اس لئے فرمایا۔

> **جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اُسی کے ساتھ اُس کا حشر ہوگا اور اُنہی لوگوں میں اُس کو کھڑا کیا جائے گا۔**

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰیo ہر چیز اُس کی ہے وہ زمین میں ہے، آسمانوں میں ہے، زمین اور آسمان کے درمیان ہے یا تحت الثریٰ کہیں نیچے ہے جہاں بھی ہے ہر چیز اُسی کی ہے ہر ایک شے کا مالک ہے ہر جگہ موجود ہے۔

وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰیo کوئی بلند آواز سے بات کرے یا کہیں دل کی گہرائیوں میں چھپا لے ہر چیز اُس کے سامنے روشن ہے کچھ چھپا ہوا نہیں ہے اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَo اللہ ہے اور اُس کے علاوہ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی عبادت کرائے یا کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ کسی کی عبادت کرے اُس کے سوا عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے۔

لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰیo تمام خوبصورت نام تمام کمال تمام وہ چیزیں جنہیں آپ کمال سمجھتے ہیں وہ نام جو صاحب کمال پہ دلالت کرتے ہیں صرف اُس ایک کے نام ہیں باقی ساری مخلوق اُس کی محتاج ہے۔ کسی میں کوئی خوبی ہے تو اُس کی عطا ہے۔ کسی کو علم دیا تو اُس نے عقل دی تو اُس نے، نگاہ دی تو اُس نے، شعور بخشا تو اُس نے، جو کچھ کسی کے پاس ہے اُس ایک کا ہے۔

تو حضراتِ گرامی! اِن آیاتِ مبارکہ میں جہاں عظمتِ الٰہی کا اظہار ہے اُس سے ایک مراد یہ بھی ہے کہ اتنے بڑے جہاں کا خالق ایک ہے۔ بندہ اس کی عطا کا محتاج ہے۔ اُس نے تمہارے پاس کتاب بھیجی اور اِس لئے نہیں بھیجی

کہ تم پر کوئی بوجھ لادا جائے یا تمہیں مزید مصیبتوں میں یا مشکلات میں مبتلا کر دے بلکہ تمہاری مشکلیں حل کرنے کے لئے بھیجی کہ زندگی کے ہر سوال کا صحیح اور آسان حل بتائے گا۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ اِس کو سمجھے بغیر، اِس کو مانے بغیر، اِس پر عمل کئے بغیر کچھ پالو گے تو جتنی عظمت الٰہی پہ بات ہوئی ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ اِس عظیم ذات نے تمہاری طرف، تم جو ایک مشتِ غبار ہو، تم جس کی کوئی حیثیت نہیں، تمہاری طرف اپنا رسول مبعوث فرمایا ﷺ اور ایسا رسول جو تمام رسولوں کا بھی امام ہے اور ایسا سچا اللہ کا رسول جسے دشمنوں نے بھی صادق اور امین کہا اور ایسا کریم جس نے ہر خطا کار کو بھی گلے سے لگایا اور ایسا عظیم جس کا ثانی نہ پہلے پیدا ہوا اور نہ بعد میں ہوگا۔ پھر اِس کو اپنی اتنی عظیم کتاب عطا فرمائی اور تم جو اللہ کی کائنات میں رہتے ہو، اُس کی نعمتیں کھاتے ہو، تمہارے پاس یہ فرصت نہیں ہے کہ اُس کے اُس عظیم رسول ﷺ کے ارشادات کو سمجھو' تمہارے پاس یہ فرصت نہیں ہے کہ اللہ کی کتاب کو سمجھو یا سمجھنے والوں کے پاس جاؤ۔ کچھ تو تمہارے پلے پڑے اگر تمہارے پاس اتنی بھی فرصت نہیں ہے تو کل فردہ قیامت میں جب اللہ کی بارگاہ میں حاضری ہوگی کیا جواب دو گے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت کی باتیں رسول اللہ ﷺ نے بتائیں' قرآن حکیم نے بتائیں' تو فرمایا جب قیامت قائم ہوگی اور لوگ اپنی اپنی قبروں سے اُٹھیں گے۔ تو ہر امت کا نبی اپنا اپنا جھنڈا لیکر کھڑا ہوگا اور جو اُس کے پیروکار ہوں گے اُس طرف بھاگیں گے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جھنڈا سب سے بلند ہوگا اور لواءُ الحمد آپ ﷺ کے جھنڈے کا نام ہے جو میدان حشر میں لہرا رہا ہوگا۔ اور لوگ اُٹھیں گے اور اپنے کو جو مسلمان سمجھتے ہیں' کلمہ گو سمجھتے ہیں وہ اس جھنڈے کی طرف بھاگیں

جتنی صدق دل سے عبادت کرو گے تو اتنی مزید نیکیاں کرنے کی توفیق ہو جائے گی اور آخرت میں جو ملے گا اُسی عمل پر ملے گا اگر عملی زندگی سے انسان لاتعلق ہو جائے تو صرف عبادت پر اُس کے درجات بلند نہیں ہوتے

گے۔ تو کچھ لوگوں کو فرشتے روک دیں گے، اور مار پیٹ کر منع کریں گے کہیں گے جاؤ اُدھر جاؤ، کہیں اور طرف جاؤ، حتّٰی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں بھی کہہ دوں گا کہ یہ جب کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں تو انہیں میرے پاس آنے دیا جائے۔ مسلمانوں کی جائے پناہ تو میرا جھنڈا ہی ہے تو قرآن حکیم میں ہے اللہ کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔

اِنَّ قومِي اتَّخذُوا هٰذَا القرآن مَهْجُوراً o یہ وہ لوگ ہیں جن کی زندگی میں کچھ رواج انگریز کے تھے، کچھ یہودیوں کے تھے، کچھ ہندوؤں کی رسمیں تھیں، کچھ ادیان باطلہ کی کچھ دنیا کے رواج تھے لیکن قرآن تو انہوں نے اپنی زندگیوں سے خارج کر دیا تھا۔ اِنَّ قومی اتَّخذُوا هٰذَا الْقُرآن مَهْجُوراً o یہ وہ قوم ہے جن کے زندگی کے نصاب سے قرآن خارج ہو گیا تھا۔ یہ قرآن پر عمل نہیں کرتے تھے نہ انہوں نے قرآن کو پڑھنے کی تکلیف کی نہ کسی پڑھے لکھے سے سمجھنے کی تکلیف کی' نہ انہوں نے اپنے کسی کام میں قرآن سے فیصلہ لیا' یہ بچوں کی شادیاں کرتے تھے تو ہندوؤں کی رسومات کے مطابق، یہ لین دین کرتے تھے تو یہودیوں کے رواج اور سود کے مطابق، ان کا کوئی مر جاتا تھا تو یہ ہندوؤں کی رسومات ادا کرتے تھے یہ تو قرآن پر عمل کرنا ہتک سمجھتے تھے یہ وہ لوگ ہیں جو سمجھتے تھے کہ قرآن پر عمل کریں گے تو ہماری توہین ہوگی۔ آج اے میرے حبیب ﷺ انہیں اُن لوگوں کے پاس جانے دے جن کی رسومات پر یہ عمل کرتے تھے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے۔

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اُس کے ساتھ اُس کا حشر ہوگا اور انہی لوگوں میں اُس کو کھڑا کیا جائے گا۔ آج بھی میرے پاس ایک خط تھا کہ شیطان بندے کو گمراہ کرنے کے لئے کیا کیا طریقے نکالتا ہے کہ ایک آدمی نماز اِس

لئے نہیں پڑھتا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہے ۔ کہ جب نماز صحیح نہیں ہوتی، مکمل نہیں ہوتی ۔ اُس کے سارے آداب اور وہ چیزیں نہیں ہوتیں تو اُس بندے کے منہ پر ماردی جاتی ہیں تو کیا فائدہ مجھے صحیح سمجھ تو آتی نہیں' میں پڑھوں گا تو وہ ضائع ہو جائے گی تو اِس سے نہ پڑھنا بہتر ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ کسی نوکر کو مالک حکم دیتا ہے کہ یہ کام کرو یہ دیوار بنا دو وہ خوبصورت نہیں بنا سکتا لیکن جیسی بنا سکتا ہے بھدی سی بنا دیتا ہے دوسرے کو حکم دیتا ہے کہ یہ دیوار بنا دو وہ بناتا ہی نہیں بیٹھا رہتا ہے جس نے کوشش کی اُس سے نہ بن سکی وہ یہ تو کہہ سکتا ہے میں نے تو کوشش کی تھی جو کچھ مجھ میں شعور تھا جتنی مجھ میں سمجھ تھی لیکن جو چھوڑ کر بیٹھا رہے گا اُس کے پاس کیا جواب ہے' وہ کیا کہے گا کہ آپ نے حکم دیا تو مجھ سے تو یہ کام نہیں ہوتا۔ خود کرو اور یہ جواب مالک کو دیا جا سکتا ہے نوکر بھی انسان ہے مالک بھی انسان ہے دونوں مخلوق ہیں دونوں محتاج ہیں اگر ایک آدمی کو اللہ نے روزی دے دی اور دوسرا روزی کمانے میں محتاج ہو گیا۔ اُس کا وہ اُس کے سامنے جواب نہیں دے سکتا تو وہ جس نے پیدا کیا جس نے تمام نعمتیں عطا کیں اُس کے سامنے کیا جواب دیا جائے گا کہ میں اِس لئے نہیں پڑھتا تھا کہ مجھ سے مزیدار نہیں پڑھی جاتی تھی۔ خدا کے بندے پڑھ تو سہی' اگر صحیح نہیں پڑھی جاتی تو اُسی سے دعا کر کہ اے اللہ مجھے توفیق دے میری نماز صحیح کر۔ کسی اللہ کے بندے کے پاس حاضر ہو کسی سے پوچھو، سیکھو، سمجھو، بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ چلو جی پھر اگر منظور نہیں ہوتی تو ہم چھوڑ دیتے ہیں اِس کا مطلب ہے کہ آپ اللہ کو بھی مجبور سمجھتے ہیں کہ آپ چھوڑ دیں گے تو اُس کا کوئی نقصان ہو گا۔ پھر اُسے سمجھ آ جائے گی کہ وہ کہے گا منظور کرتا ہوں پڑھو۔ ایسی کوئی بات نہیں ۔ ہم نے عبادت اللہ کے لئے نہیں کرنی

> **اگر عبادت میں خلوص ہے تو توفیق نیکی کی ہوگی اور اگر عبادت میں ریاکاری اور منافقت ہے تو جیسی عبادت کی جیسی نہ کی بندہ جیسا ہے اُس سے بگڑتا جائے گا**

ہوتی اپنے لئے کرنا ہوتی ہے۔ اور عبادت کا حاصل ہے کہ بندے کو اطاعت کی توفیق ملتی ہے۔ یہ جو آپ کو برائے نام علماء نے ایک مغالطہ دے دیا کہ عبادت اُدھاری مزدوری ہے۔ آخرت میں ثواب ملے گا۔ یہ مغالطہ ہے ہر عبادت کا نقد ثواب ملتا ہے اور وہ ثواب ہوتا ہے قربِ الٰہی کی ایک کیفیت اور گناہ سے بچنا قرآن کریم نے بتایا۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ والمنکر. عبادت بُرائی سے اور بے حیائی سے بچاتی ہے جتنے خلوص سے' صدق دل سے' عبادت کرو گے اتنی گناہ سے بچنے کی توفیق ہو جائے گی۔ جتنی صدق دل سے عبادت کرو گے اتنی مزید نیکیاں کرنے کی توفیق ہو جائے گی اور آخرت میں جو ملے گا اُسی عمل پر ملے گا اگر عملی زندگی سے انسان لاتعلق ہو جائے تو صرف عبادت پر اُس کے درجات بلند نہیں ہوتے۔ صوفیا کا ایک بہت بڑا طبقہ ہے اور جن کے بارے یہ غلط فہمی پھیلا دی گئی ہے کہ جی وہ تو جنگلوں میں رہتے ہیں۔ کھاتے پیتے کچھ نہیں، کام کاج کوئی نہیں کرتے، یہ غلط فہمی اِس بنیاد پر پھیلائی گئی کہ چند معروف ولی اللہ تاریخ میں جنہیں ایک عالم نے اور ایک امت نے جن کی ولایت پہ اتفاق کیا ایسے گزرے ہیں جنہیں جنگلوں میں رہنا پڑا۔ لیکن کیوں، اِس لئے نہیں' کہ وہ خوشی سے آبادیاں چھوڑ کر جنگلوں میں چلے گئے جب اُن کے نزدیک مخلوق جمع ہوئی اور وہ مرجع خلائق بنے تو حکمرانوں نے سمجھا کہ یہ تو ہمارے لئے خطرہ بن جائیں گے اور صرف وہ ولی اللہ جنگلوں میں رہے جنہیں اُس عہد کی حکومتوں نے شہروں سے نکال کر جنگلوں میں بھیج دیا اور کسی کو اُن کے پاس جانے کی اجازت بھی نہ دی۔ پابندیاں لگا دیں۔ جن میں بایزید بسطامیؒ جیسے لوگ خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ جیسے نامور لوگ شامل ہیں جن کی ولایت پہ اُس عہد کی ساری امت متفق ہے۔

حضرتؒ سے اِسی موضوع اعمال پر بات ہو رہی تھی تو آپؒ فرمانے لگے کہ جن اولیاء

اللہ کو آبادیوں سے دور کر دیا گیا اور جن کا تعلق آبادیوں سے نہ رہا تو جو منازلِ سلوک لیکر وہ جنگلوں میں گئے تھے وہاں رات دن عبادت کرتے رہے لیکن اُن منازل میں ترقی نہیں ہوئی اُسی مقام پر رہے۔ حضرتؒ نے فرمایا ایسے میں معاملات ہی ختم ہو گئے نہ کسی سے لینا دینا' نہ کسی سے بات چیت' نہ کوئی خرید نہ فروخت' عملی زندگی پہ ترقی درجات ہوتی ہے جب عملی زندگی سے انہیں الگ کر دیا گیا تو جو منازل تھے اُسی پر اُن کا وصال ہوا۔ کیا یہ عجیب بات نہیں ہے۔ یہی ثواب ہے جو آخرت میں ملے گا جو عملی زندگی میں ہم یہاں کرتے ہیں۔ اور عبادت جو عملی زندگی ہے اگر عبادت میں خلوص ہے تو توفیق نیکی کی ہوگی اور اگر عبادت میں ریاکاری اور منافقت ہے تو جیسی عبادت کی جیسی نہ کی بندہ جیسا ہے۔ اُس سے اور بگڑتا جائے گا زندگی میں توقف نہیں ہے۔ زندگی کبھی ایک جگہ نہیں ٹھہرتی' پیدا ہونے سے لیکر مرنے تک بدلتی رہتی ہے۔ ہر لمحہ بڑھتی رہتی ہے ایک شخص کو ہم بچہ دیکھتے ہیں چند سالوں بعد ملتا ہے تو جوان ہوتا ہے۔ ایک شخص کو ہم جوان دیکھتے ہیں کچھ عرصے بعد ملتا ہے تو ضعیف ہوتا ہے نہ وہ بچپن پہ رُکا' نہ وہ جوانی پہ رُکا' نہ وہ ضعف پیری پہ رُکے گا، زندگی جس طرح بڑھتی رہتی ہے اُسی طرح ہر چیز تبدیل ہوتی رہتی ہے اگر عبادت میں خلوص نہیں ہے تو نقصان ہوتا رہے گا۔ رُکے گا نہیں یا ترقی ہوتی رہے گی ترقی نہیں ہوگی تو نقصان ہوگا پیچھے چلا جائے گا آدمی، اور جھوٹ بولنا شروع کر دے گا۔ شرم و حیا ترک کر دے گا بُرائیاں آتی جائیں گی یا نیکیاں آتی جائیں گی۔ کوئی شخص ایک جگہ نہیں رُکے گا۔ اگر عبادت ترک کر دے گا تو گناہوں میں ترقی کرتا جائے گا اور اُس کی دلدل میں دھنستا چلا جائے گا اگر عبادت کرے گا تو جتنا اُس میں خلوص پیدا کرے گا۔ جتنی کوشش کرے گا۔ جتنی محنت کرے گا۔ اتنی اللہ کریم نیکیوں کی توفیق

> **دن میں اگر ایک آیت کا ترجمہ ہی سمجھ آجائے تو آدمی چند سالوں میں سارے قرآن کو سمجھ جاتا ہے جنہیں نہیں آتا وہ بھی پوچھا کرو۔**

ارزاں کرتے جائیں گے اور وہ بہتری کی طرف بڑھتا چلا جائے گا اور آخرت کا مدار اُس کردار پر جو عبادت کے نتیجے میں ہمیں اللہ کی توفیق سے نصیب ہوتا ہے۔ تو عملی زندگی مقصود ہے اور قرآن اُس عملی زندگی کی سب سے آسان، سب سے صحیح تعبیر بتاتا ہے یہ کوئی ہم پر مصیبت نہیں ڈالی گئی کہ ہمیں محدود کر دیا گیا اور باندھ کے رکھ دیا گیا ہے ایسی بات نہیں۔ بات یہ ہے کہ زندگی میں ہم آزاد ہیں ہم شادی کریں' ہم اچھا کمائیں، ہم زیادہ پیسہ کمائیں، ہم اچھا کھائیں، ہم اچھا پہنیں، ہم اچھا گھر بنائیں، ہم اچھی گاڑی رکھیں منع نہیں کرتا لیکن اُس کا طریقہ اور سلیقہ بتاتا ہے کہ اِس طرح سے حلال سے ذرائع حاصل کرو جائز امور پہ خرچ کرو۔ دوسرے کا حق چھین کر نہیں، دوسرے کا پیٹ کاٹ کر مرغ مت کھاؤ۔ خود مزدوری کرو حلال کماؤ، اچھا کھاؤ، اچھا پہنو۔

سو زندگی قرآن حکیم کے بغیر نامکمل رہتی ہے۔ کوشش کرو دن میں اگر ایک آیت کا ترجمہ ہی سمجھ آ جائے تو آدمی چند سالوں میں سارے قرآن سے نکل جاتا ہے۔ جنہیں نہیں آتا وہ بھی پوچھا کرو جاننے والوں سے پوچھو۔ زندگی بھر ایک نماز میں سورۃ الفاتحہ آپ دہراتے رہتے ہیں اور کمال ہے ستر سال زندگی ہوگئی سورۃ الفاتحہ کا ترجمہ نہیں آتا۔ کتنی زیادتی کی بات ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں جو الفاظ ہم دہراتے ہیں اس طرح جو دعا مانگتے ہیں۔ اِسی طرح جو درود اور تشہد پڑھتے ہیں یا جو تسبیحات پڑھتے ہیں ہم کوشش نہیں کرتے کہ اِس کا مطلب کیا ہے؟ اِس کا صحیح تلفظ کیا ہے؟ اِس کے ادا کرنے کا صحیح سلیقہ کیا ہے تو اللہ کریم فرماتے ہیں کہ یہ کتاب سمجھو، سمجھ کر عبادت کرو تمہیں توفیق عمل ارزاں ہوگی اور اُس پر اللہ کی رضا مرتب ہوگی۔

اللہ کریم ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے نیکی اور عبادت کی توفیق عطا فرمائے اور اُسے قبول فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہم وطن عزیز پر اسلام کی

حاکمیت اعلیٰ

چاہتے ہیں

منجانب

سید اعزاز علی شاہ فیصل آباد

فہرست کتب

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دار العرفان منارہ ضلع چکوال

شیخ المکرم حضرت مولانا اللہ یار خانؒ

-1	تعارف (اردو)	10.00
-2	تعارف	10.00
-3	دلائل السلوک (اردو)	150.00
-4	دلائل السلوک (انگریزی)	100.00
-5	حیات النبی ﷺ	25.00
-6	حیات برزخیہ (اردو)	150.00
-7	حیات برزخیہ (انگریزی)	20.00
-8	اسرار الحرمین	25.00
-9	مکتوبات	50.00
-10	علم و عرفان (اردو)	10.00
-11	علم و عرفان (انگریزی)	15.00
-12	عقائد و کمالات علمائے دیوبند	20.00
-13	سیف اویسیہ	25.00
-14	تفسیر آیات اربعہ	25.00
-15	الدین الخالص	200.00
-16	ایمان بالقرآن	35.00
-17	تحریر المسلمین عن کید الکاذبین	100.00
-18	تحقیق حلال و حرام	25.00
-19	حرمت ماتم	15.00
-20	ایجاد مذہب شیعہ	25.00
-21	شکست اعدائے حسینؓ	15.00
-22	دامادِ علیؓ	20.00
-23	بنات رسول ﷺ	10.00
-24	الجمال والکمال	15.00
-25	نفاذ شریعت اور فقہ جعفریہ	40.00
-26	فقہ جعفریہ کی تاریخی سرگذشت	15.00
-27	فقہ جعفریہ کی تاریخ	10.00
-28	عقیدہ امامت اور اسکی حقیقت	20.00
-29	شیعہ مذہب کے بنیادی اصول	15.00

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

-1	غبار راہ اول	130.00
-2	غبار راہ دوئم	50.00
-3	ارشاد السالکین اول	25.00
-4	ارشاد السالکین دوئم	10.00
-5	لطائف اور تزکیہ نفس	5.00
-6	دیار حبیب میں چند روز	15.00
-7	نور و بشر کی حقیقت	5.00
-8	حیات طیبہ (انگریزی)	15.00
-9	کنز الطالبین خاص	150.00
-10	راہی کرب و بلا	10.00
-11	عصر حاضر کا امام	10.00
-12	حضرت امیر معاویہؓ	20.00
-13	طریق نسبت اویسیہ	250.00

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی (شاعری)

-1	گرد سفر	30.00
-2	نشان منزل	60.00
-3	متاع فقیر	100.00
-4	آس جزیرہ	100.00
-5	دیدۂ تر	150.00
-6	کون سی ایسی بات ہوئی	120.00
-7	سوچ سمندر	180.00

پروفیسر حافظ عبد الرزاق صاحب

-1	انوار التنزیل	15.00
-2	چراغ مصطفوی ﷺ	40.00
-3	اطمینان قلب	40.00
-4	تصوف و تعمیر سیرت (اردو)	30.00
-5	تصوف و تعمیر سیرت (انگریزی)	30.00
-6	تجلیات	30.00

-7	کس لئے آئے تھے (اردو)	25.00
-8	کس لئے آئے تھے (انگریزی)	25.00
-9	بزم انجم	25.00
-10	کونوا عباد اللہ	10.00
-11	عظمت صحابہؓ	10.00
-12	ذکر اللہ (اردو)	10.00
-13	ذکر اللہ (عربی)	10.00
-14	لغزشیں	25.00
-15	مغالطے	20.00
-16	ٹھوکریں	5 .00
-17	الجھنیں	30.00
-18	قرآن حکیم اور دعوت و تبلیغ	15.00
-19	نفس اور ہماری زندگی	15.00
-20	والناس	10.00
-21	خدایا ایں بار دگر کن	20.00
-22	تصوف کی پہلی کتاب	10.00
-23	تصوف کی دوسری کتاب	15.00
-24	تصوف برائے انٹرمیڈیٹ	25.00
-25	دین و دانش	25.00
-26	اسلامی تہوار	10.00

ادارۂ نقشبندیہ اویسیہ

-1	ہشت روزہ کورس	100.00
-2	سہ ہفتہ کورس	125.00
-3	پنج ہفتہ کورس	150.00
-4	پیشین گوئیاں	15.00
-5	لائحہ عمل (اردو)	5 .00
-6	لائحہ عمل (انگریزی)	5 .00
-7	اسلام اور تہذیب جدید (اردو)	120.00
-8	اسلام اور تہذیب جدید (انگریزی)	100.00

ملنے کا پتہ

اویسیہ کتب خانہ، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ
ٹاؤن شپ لاہور فون: 5182727

اللہ کے نام کا ذکر کیجئے صبح شام اپنے شیخ کے ساتھ اپنی جگہ پر بیٹھ کر

الحمدللہ حضرت جی باقاعدگی سے انٹرنیٹ پر ذکر کروا رہے ہیں اور پوری دنیا سے ساتھی صحبت شیخ میں ذکر کر کے بھرپور برکات حاصل کر رہے ہیں۔ درج ذیل طریقہ سے اس نعمت سے آپ بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

(1) www.paltalk.com پر جا کر www.oursheikh.com پر جائیے اور Paltalk ڈاؤن لوڈ کر لیجئے اور اسی مرحلے پر اس میں اپنا اکاؤنٹ بھی بنا لیجئے جس کے نتیجے میں آپ اپنا Nick Name تجویز کرتے ہیں اور Password بھی

(2) وقت مقررہ پر PalTalk کھولیے اور اپنا Nick Name اور Password دے کر اس پروگرام میں شامل ہو جائیے

(3) Groups کی Window کھولئے اور ان Groups میں سے Scroll کرتے ہوئے Islam کیٹیگری کو ڈبل Click کیجئے۔ پھر نئی کھلنے والی Window میں Oursheikh پر ڈبل Click کریں اور Oursheikh Room میں داخل ہو جائیے جہاں ذکر بھی نصیب ہوتا ہے اور حضرت جی کے بیان بھی سنیے۔

ہدایات:

Room oursheikh صرف وقت مقررہ پر کھولا جاتا ہے اور عام طور پر بند رہتا ہے۔ جب Room بند ہوتا ہے تو اس وقت Islam کیٹیگری میں اس کا نام نہیں ملتا

آج کل کے اوقات:

تہجد کے وقت: 3:30A.M اور رات کو 8:30P.M پر روم کھلتا ہے

حضرت جی کی ویب سائٹ: www.oursheikh.com کسی وقت بھی وزٹ کیجئے اور حضرت جی کے بیانات سنئے اور اس کے علاوہ حضرت جی کے تعارف کا مطالعہ کیجئے

برائے رابطہ:

دارالعرفان راولپنڈی	051-5504575	دارالعرفان منارہ چکوال فون نمبر	0573-562200
دارالعرفان فیصل آباد	041-542284	الاخوان ہاؤس لاہور	042-5182727

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیوویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم و مفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255